تمدّن کی کہانی

از

حسن منظور۔ ایم۔اے

جنرل پبلشنگ ہاؤس برنس روڈ۔ کراچی

PREPARED WITH THE
ASSISTANCE OF
UNESCO

تمدّن کی کہانی

PREPARED WITH

THE ASSISTANCE OF

UNESCO

تمدّن کی کہانی

از

حسن منظور ۔ ایم ۔ اے

اپریل ۱۹۶۴ء

قیمت :- ایک روپیہ پچاس پیسے

ٹیلی فون :- ۷۵۴۰۰

شائع کردہ

جنرل پبلشنگ ہاؤس برنس روڈ کراچی

فہرست

پہلا باب

تمدّن کے معنی اور ترقی کی رفتار

لغت میں تہذیب کے معنی آرائش اور اصلاح کے ہیں اور انسان کے رہن سہن کے نظام کو غالباً اسی لئے تہذیب کا نام دیا گیا ہے کہ وہ اس میں برابر آرائش اور اصلاح سے کام لیتا رہتا ہے۔ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے نئے نئے طریقے اختیار کرتا اور انہیں عمل کی کسوٹی پر پرکھتا جاتا ہے۔ اِن میں سے جو طریقے اس کسوٹی پر پورے اترتے ہیں وہ تمدّن کا جزو بن جاتے ہیں اور جو پورے نہیں اترتے یا جن کی افادیت کچھ عرصے بعد ختم ہو جاتی ہے وہ خود بخود متروک ہوتے چلے جاتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں تمدّن نئے نئے طریقے اختیار کئے جانے اور پھر ان کی اصلاح کے ایک مسلسل عمل کا نام ہے۔

انسان اپنے ارتقا کے ابتدائی مراحل سے لے کر اب تک اس طریقے پر عمل کرتا آیا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔ انسان کی جبلّت میں اپنی زندگی کو بہتر اور زیادہ آرام دہ بنانے کا جو جذبہ قدرت نے ودیعت کیا ہے اس کی بنا پر وہ ہر وقت

نئی نئی چیزوں اور نئے نئے طریقوں سے کام لینے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ تاہم انسان نئی چیزوں کے مفید یا مضر ہونے اور نئے طریقوں کے اچھے یا برے ہونے سے خود بخود واقف نہیں ہوا۔ اس لئے اُسے ہر چیز کو خود ہی استعمال کر کے اور پرکھ کر دیکھنا پڑا۔

انسان کا یہ عمل کب سے جاری ہے، یہ بات قبل از تاریخ کے دھندلکوں میں کھوئی ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جب انسان نے حیوانوں کی سی زندگی چھوڑ کر آدمیوں کی سی زندگی اختیار کی ہوگی تو اس نے بالکل شروع ہی میں اس طریقے کو اپنا لیا ہوگا جسے وہ اب تک اپنائے ہوئے ہے۔ چونکہ یہ طریقہ انسان کی ترقی میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے یہ خیال بے جا نہ ہوگا کہ جب تک تہذیب انسانی ترقی کرتا رہے گا اسی طریقے پر عمل ہوتا رہے گا۔

تمدّن کے جس مرحلے سے ہم اس وقت گزر رہے ہیں اس میں اس طریقے کے مختلف پہلو ہماری نگاہوں سے اوجھل رہتے ہیں اور ہمیں محسوس بھی نہیں ہوتا کہ ہم کتنے بڑے بڑے تجربے بالکل اس طرح کر جاتے ہیں گویا کہ وہ بالکل عام بات ہے۔ تاہم ایک زمانہ تھا جب یہ صورت نہیں تھی۔ اس وقت ہر تجربہ جان پر کھیل کر کیا جاتا تھا۔ اور ہر نئی بات جان جوکھوں میں ڈال کر معلوم کی جاتی تھی۔

اب ذرا تصوّر کیجئے اُس زمانے کا جب آدمی انسانیت کے جامے میں نیا نیا آیا ہوگا اور اس نے اپنی عقل اور شعور سے کام لینا بس شروع ہی کیا ہوگا۔

ظاہر ہے کہ اس وقت اسے ایک جانب تو اپنے گرد و پیش کی چیزوں کے بارے میں، سرے سے کوئی واقفیت نہیں ہوگی اور دوسری جانب اس کی اپنی عقل و فہم نے اتنی ترقی نہیں کی ہوگی کہ وہ مختلف باتوں کا اچھی طرح ادراک کر سکے۔ اس وقت تک اس کا تمدن، تمدن کے دائرے میں نہیں آتا ہوگا بلکہ اس کا رہن سہن اور زندگی بسر کرنے کا انداز اس سے بہت زیادہ ترقی نہیں کر پایا ہوگا جیسا کہ حیوانوں کی سی زندگی گزارنے کے زمانے میں رہ چکا تھا۔

اب ذرا خیال کیجئے کہ اس ابتدائی زمانے کے انسان کو بعد میں آنے والی تہذیب کے لئے راستہ ہموار کرنے کے لئے کیا کچھ پاپڑ نہ بیلنے پڑے ہوں گے۔ اس کے گرد و پیش کی دنیا میں ہزاروں لاکھوں چیزیں ایسی تھیں جن کے بارے میں اسے کوئی واقفیت حاصل نہیں تھی۔ لیکن اس کا جذبۂ استعجاب اسے مجبور کرتا تھا کہ وہ ان سب چیزوں کے بارے میں واقفیت اور آگاہی حاصل کرے۔ اس نے ان چیزوں کو طرح طرح استعمال کر کے دیکھا ہوگا۔ انسان میں نئی چیزوں کو اپنانے اور پرانی چیزوں کو چھوڑنے میں جو تامل اور پس و پیش ہوتا ہے وہ غالباً اسی ابتدائی زمانے ہی کی یادگار ہے۔ جب اس کو مختلف چیزوں کے تجربوں میں تلخ نتائج کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ دودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے۔ ابتدائی انسان نے بھی بڑے محتاط انداز میں ایک چیز سے واقفیت حاصل کی ہوگی۔

غرض یہ بات ظاہر ہے کہ نسلہا نسل تک انسان اپنے آس پاس اگنے والی چیزوں کے بارے میں، جنگل میں گھومنے والے جانوروں کے بارے میں اور خود اپنے رہنے سہنے کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہا ہوگا۔ اس نے ایک ایک کرکے تمام چیزوں کے خواص معلوم کئے ہوں گے اور ان کو مفید طور پر استعمال کرنے کی ترکیبیں معلوم کی ہوں گی۔ لیکن اس تمام عرصے میں وہ برابر پھونک پھونک کر قدم اٹھاتا رہا ہوگا۔

پھر مختلف علاقوں میں رہنے والے لوگوں نے قریب قریب تمام تجربے الگ الگ کئے ہوں گے۔ آج کی طرح نہیں کہ اگر کوئی سائنسی تجربہ دنیا کے کسی ایک ملک میں کیا جاتا ہے تو دنیا کے تمام ملک اس سے واقف ہو جاتے ہیں۔ اس زمانے میں ایک علاقے کے لوگوں کا دوسرے علاقے میں سفر کرکے جانا بڑا کٹھن مسئلہ ہوتا تھا۔ بڑی ہی مجبوری کی حالت میں لوگ اپنا علاقہ چھوڑ کر دوسرے علاقے میں جاتے تھے۔ اس لئے مختلف علاقوں کے لوگوں کے درمیان میل جول بہت کم تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ایک علاقے کی ترقی سے دوسرے علاقے کے لوگ یا تو واقف ہی نہیں ہو پاتے تھے یا بہت طویل مدت کے بعد آگاہ ہوتے تھے۔

مختلف علاقوں کے درمیان آمد و رفت کا سلسلہ قریب قریب بند ہونے کے باوجود کبھی کبھار ایک علاقے کا بھولا بھٹکا آدمی دوسرے علاقے میں پہنچ ہی جاتا تھا اور اس طرح مختلف علاقوں کے لوگوں کو آس پاس کے علاقوں کے حالات

سے آگاہی حاصل ہو جایا کرتی تھی اور اگر کوئی نئی بات معلوم ہوتی تھی تو اس سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے ورنہ پھر انہیں اپنی ہی کوششوں سے اپنی زندگی کو بہتر بنانے پر قناعت کرنا پڑتی تھی۔

ان تمام باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی تمدن نے کس طرح انتہائی سست رفتار کے ساتھ ترقی کی طویل شاہراہ طے کی ہوگی۔ اسے نباتات حیوانات اور جمادات کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے میں نہ جانے کن کن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا اور پھر لاعلمی کی وجہ سے وہ نہ جانے کتنے بے بنیاد اندیشوں میں ہر وقت گھرا رہتا ہوگا لیکن یہ اندیشے اس وقت کے انسان کی ذہنی کیفیت اور حالات میں بالکل حقیقی خطروں کی طرح محسوس ہوتے ہوں گے اور انسانی قوت عمل کی راہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کرتے ہوں گے۔

ان باتوں کے علاوہ قدرتی حالات اس کی راہ میں کیا کیا کانٹے نہ بچھاتے ہوں گے۔ سردی، گرمی اور برسات ہر موسم اس کے لئے ایک نیا مسئلہ کھڑا کرتا ہوگا۔ اور ہر مسئلے کو حل کرنے کے لئے اسے اپنی تمام جسمانی اور ذہنی صلاحیتوں کو کام میں لانا پڑتا ہوگا پھر موسموں کی تبدیلی کے سلسلے ہی میں اسے وقتاً فوقتاً دوسری آفات کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہوگا۔ مثال کے طور پر کبھی طوفان آتے ہوں گے، کبھی آندھیاں آتی ہوں گی اور کبھی سیلاب تباہیاں پھیلاتے ہوں گے۔ یہ آفتیں جب آج بھی نہ جانے کتنی جانوں کی بھینٹ لے جاتی ہیں تو اس زمانے میں کیا حال ہوتا ہوگا۔

جب انسان اپنی جان بچانے کے لئے محض حیوانوں جیسے طریقوں کے علاوہ کسی اور طریقے اور ترکیب سے واقف نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ وہ کبھی ان آفتوں کو دیوی، دیوتاؤں کے قہر و غضب کا نتیجہ قرار دیتا اور کبھی انہیں گناہوں کا بدلہ سمجھتا۔ لیکن آہستہ آہستہ وہ ان اور دوسری آفتوں سے مقابلہ کرنے کے طریقے سیکھ گیا۔

شروع میں انسان کی ضرورتیں بہت ہی محدود تھیں۔ سب سے پہلے اسے بھوک نے ستایا ہوگا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے اس نے طرح طرح کے تجربے کئے ہوں گے، دوسرے جانوروں کی مثالوں سے سبق لیا ہوگا اور اسی طرح آخرکار اس نے اپنا پیٹ بھرنے کی مختلف قابل عمل ترکیبیں معلوم کرلی ہونگی۔

اس کے بعد اسے گرمی سردی اور برسات سے بچنے کی ضرورت محسوس ہوئی ہوگی اور اس نے پیڑوں کے سائے اور غاروں سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔ شروع میں اسے سردی سے بچنے کی کوئی ترکیب معلوم نہیں ہوتی ہوگی۔ لیکن آہستہ آہستہ مختلف تجربے کرنے کے بعد وہ پیڑوں کے پتوں اور جانوروں کی کھالوں کی مدد سے سردی دور کرنے کی ترکیب سیکھ گیا ہوگا۔ اس طرح اس نے اپنا تن ڈھانپنے کے طریقوں سے واقفیت حاصل کرلی ہوگی۔

زندگی کے اس بنیادی ڈھانچے کو قائم کرنے کے بعد آرائش اور اصلاح کی ترکیب پر عمل کرنے لگا ہوگا۔ وہ جوں جوں آس پاس کی چیزوں سے واقف ہوتا گیا ہوگا وہ اس کی زندگی میں دخیل ہوتی گئی ہوں گی۔ اسی طرح

اس کی ضروریات میں برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اس کے استعمال کی چیزیں بڑھتی گئیں۔ اُس کے رہن سہن میں پیچیدگی پیدا ہوتی گئی اور آہستہ آہستہ وہ تمدن کے دائرے میں پہونچ گیا۔

بہرحال ابتدائی انسانوں نے چاہے کتنی دشواریاں اور مصائب برداشت کرنے کے بعد اپنے گردوپیش کی چیزوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوں اور کتنی ہی تنگی اور تکلیف برداشت کرنے کے بعد مختلف کاموں کو سرانجام دینے اور مختلف مسئلوں سے نمٹنے کی ترکیبیں سیکھی ہوں۔ ان کا ہر قدم تمدن کی راہ ہموار کرنے کے لئے اٹھتا رہا اور ہر نئے دن کا سورج انہیں تمدن کی منزل سے زیادہ قریب پہنچاتا رہا۔

دوسرا باب

تمدّن کی نوعیت

ایک وہ زمانہ تھا جب انسان کا جسم کپڑوں سے محروم تھا، رہنے کے مکانوں کا وجود تک نہ تھا، اس کے استعمال کی چیزیں گنی چنی تھیں اور اس کے اٹھنے بیٹھنے اور رہنے سہنے کا کوئی خاص طریقہ مقرر نہ تھا۔ اس کے مقابلے میں موجودہ زمانہ ہے جس میں بے شمار قسم کے کپڑے انسانی جسم کو ڈھانپنے کے لئے موجود ہیں، ایک سے ایک مکان رہنے کے لئے ہے اور اس کے استعمال میں آنے والی چیزوں کا کوئی حساب نہیں رہا ہے۔ اگر ان دونوں زمانوں کا مقابلہ کیا جائے اور ابتدائی زمانے کو تمدن کے اعتبار سے ایک بوند قرار دیا جائے تو موجودہ دور کو تمدّن کا سمندر ماننا پڑے گا۔

اور تمدّن واقعی ایک سمندر ہی ہے جو بڑے بڑے دریاؤں چھوٹی چھوٹی ندیوں، معمولی معمولی چشموں، چھوٹے چھوٹے دھاروں اور ایک ایک بوند کے ملنے سے بنا ہے۔ تمدّن کا موجودہ سمندر مختلف علاقوں کے چھوٹے چھوٹے تمدنی دھاروں

کے مجموعے کا نام ہے۔ اس سمندر کی تشکیل میں اگر موجودہ دور کے انتہائی متمدن انسان کا ہاتھ ہے تو اس وحشی انسان کا ہاتھ بھی ہے جو تمدّن کی روشنی سے ہزاروں لاکھوں برس پیچھے تھا۔ اس طرح تمدن کا موجودہ سمندر کسی ایک علاقے کسی ایک قوم کی وجہ سے وجود میں نہیں آیا بلکہ اس میں تمام انسانوں نے حصہ لیا ہے اور اس پر تمام انسانوں کا حق ہے۔

اسی طرح تمدّن کا یہ سمندر ایک دم سے وجود میں نہیں آیا بلکہ ہزاروں لاکھوں سال تک ارتقار کی منزلیں طے کرنے کے بعد موجودہ صورت پیدا ہوئی ہے۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا کہ انسان کو حیوانوں کی صف سے نکل کر تمدّن کے کم سے کم درجہ تک پہنچنے میں لاکھوں سال لگ گئے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں ایک ماہر نے بڑا دلچسپ تصور پیش کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اگر ہم گزشتہ ۵ لاکھ سال کے عرصے کو ۵۰ سال کے برابر رکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ انسان کو حیوانی زمرے سے نکلنے کے بعد دیہات میں آباد ہونے تک ۵۰ میں سے ۴۹ سال کا عرصہ لگ گیا ہوگا۔

اس بات سے یہ اندازہ ہوجاتا ہے کہ تمدّن کے ایک چھوٹے سے دھارے کے جاری ہونے سے قبل ایک طویل مدت گزر گئی ہوگی۔ لاکھوں سال گزر جانے اور انسان کے ترقی کی جدوجہد میں مصروف رہنے کے دوران مختلف علاقوں میں تمدن کی ایک ایک بوند جمع ہوتی رہی ہوگی اور ان بوندوں نے ایک ذخیرۂ آب

بننے کے بعد بہنا شروع کیا ہوگا۔ پھر مختلف قریبی علاقوں کے تمدنی چشموں نے مل کر ایک دھارے کی شکل اختیار کر لی ہوگی جس میں دور دور کے تمدنی دھارے شامل ہوتے رہے ہوں گے۔ یہاں تک کہ اس دھارے نے بہت بڑے دریا کی شکل اختیار کر لی ہوگی۔ اس طرح آہستہ آہستہ دورِ جدید میں پہنچکر مختلف علاقوں کے تمدنی دریا ایک دوسرے میں ملنے لگے ہیں اور ایک تہذیبی سمندر کی سی کیفیت پیدا ہونے لگی ہے جس میں ہر علاقے کا پانی شامل ہوا اور ہو رہا ہے اور غالباً ہوتا رہے گا یہاں تک کہ تمام تہذیبی دھارے اور تمام تہذیبوں کے دریا مل کر ایک ہو جائیں گے۔

یہ بتانا تو آسان نہیں کہ تمدن کی ابتدا کب ہوئی لیکن یہ اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ دوسرے حیوانات کی طرح جنگلوں میں گھومتے ہوئے اس انسان نما جانور کے ذہن نے ایک انگڑائی لی ہوگی اور اس کا شعور بیدار ہوا ہوگا۔ شعور کی بیداری کے بعد اس کے رہن سہن کا انداز بدل گیا ہوگا اور جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے اس نے بڑی احتیاط کے ساتھ اپنے آس پاس کے حالات کے متعلق معلومات کا دائرہ وسیع کرنا شروع کیا ہوگا اور جنگل کی زندگی چھوڑنے سے قبل اس نے بہت سی معلومات حاصل کر لیں ہوں گی۔

انسان نے جنگل کو چھوڑنے کے بعد کھیتی باڑی کرنا سیکھ لیا اور جنگل کو صاف کر کے میدانوں میں زندگی گزارنے کا طریقہ معلوم کر لیا اور غاروں

سے باہر رہ کر بھی سر چھپانے کی ترکیب اس نے معلوم کرلی۔ پھر وہ باقاعدہ کھیتی باڑی کرکے اور مکانات بناکر رہنے سہنے لگا۔ اس مرحلے کے گزرنے کے بعد اس نے دھاتوں کے استعمال سے واقفیت حاصل کرلی اور پھر جانوروں کو پال کر ان سے فائدہ اٹھانے لگا۔

ترقی کی شاہراہ پر اور آگے چل کر اس نے اپنی معلومات سے کھانے پینے پہننے اور رہنے سہنے میں فائدہ اٹھانا شروع کیا۔ ان میدانوں میں وہ طرح طرح کی چیزیں اور طریقے ایجاد کرنے لگا۔ پختہ مکانات، عمدہ لباس، طرح طرح کی غذائیں غرض ہر میدان میں اس نے زندگی کو بہتر بنانا شروع کردیا۔

لکھنے پڑھنے کی ایجاد نے تمدّن میں نیا نکھار پیدا کیا۔ چنانچہ زندگی بسر کرنے کے نئے طریقے مرتب ہونے لگے اور اخلاق اور رہن سہن کے ضابطوں کے اصول مرتب کئے جانے لگے۔ چنانچہ اس طرح انسان کی زندگی کو بہتر بنانے کی ایک زیادہ مستحکم بنیاد وجود میں آگئی۔

اس کے بعد تہذیب کے دھارے جاری ہونا شروع ہوگئے اور ایک علاقے کے لوگوں نے دوسرے علاقے کے لوگوں کی تہذیبی ترقی سے استفادہ کرنا اور اپنی تہذیب کو مالامال بنانا شروع کیا۔ دنیا کے مختلف حصوں میں وقتاً فوقتاً تہذیب کے چراغ روشن ہوتے اور بجھتے رہے لیکن ہر چراغ دوسرے علاقوں میں تہذیب کے چراغوں کو روشن کرتا اور ان کی جوت کو بڑھاتا رہا۔

آہستہ آہستہ تجارت اور صنعت کی ترقی کے نتیجے میں سائنس نے ترقی شروع کی۔ اس کے نتیجے میں جہاں انسانوں کی زندگی بہتر ہوتی گئی وہاں مختلف علاقوں کے انسان بھی ایک دوسرے سے قریب آتے گئے۔ مختلف تمدنی دھاروں نے ایک دوسرے میں ملنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ انسان کو کرۂ ارض پر اہم ترین حیثیت حاصل ہو گئی۔ اس نے پورے کرۂ ارض کو تسخیر کر لیا اور تمام دنیا میں اپنا حکم چلایا اور اب آہستہ آہستہ اس کی نگاہیں کائنات کی پہنائیوں کی جانب اٹھنا شروع ہو گئیں۔

تیسرا باب

ابتدائی انسان

ماہروں کا اندازہ ہے کہ انسان جیسا جسم اور جانوروں جیسا رہن سہن رکھنے والی مخلوق دس لاکھ سال پہلے بھی اس کرۂ ارض پر موجود تھی۔ وہ ننگے بدن رہتی تھی۔ دوسرے جنگلی جانوروں کی طرح اس کی گزر اوقات جنگلی جانوروں کے گوشت، خودرَو پھل اور سبزیوں پر تھی۔ یہ مخلوق نہ تو انسانوں کی طرح بول سکتی تھی اور نہ اپنے شعور سے کام لے سکتی تھی۔ اس کے جسم پر جانوروں کی طرح گھنے بال ہوتے تھے اور وہ عام جانوروں کی طرح پہاڑی غاروں میں رہتی سہتی تھی۔

اس دَور کی انسان نما مخلوق کی موجودگی کے نشانات دنیا کے مختلف حصوں میں ملے ہیں۔ چین، جاوا، یورپ اور افریقہ میں اس مخلوق کی کھوپڑیاں وغیرہ بھی ملی ہیں۔ یہ مخلوق انسان تو نہیں تھی لیکن یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اسی مخلوق کو انسان کے اسلاف ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اسی مخلوق نے ترقی کر کے

آہستہ آہستہ انسان کی شکل اختیار کرلی تھی ۔

ماہروں نے مختلف آثار اور شواہد کی بنیاد پر یہ اندازہ لگایا ہے کہ آج سے کوئی ایک سے ڈیڑھ سوا لاکھ سال قبل انسان نے لاکھوں سال تک جانوروں اور انسانوں کے درمیان کی زندگی گزارنے کے بعد جانوروں کا چولا اتار پھینکا اور انسانوں کی سی زندگی اختیار کر کے اپنے عقل و شعور سے کام لینے لگا ۔

اگرچہ اس کے بعد بھی انسان پر ہزاروں سال تک وحشت اور بربریت کا غلبہ رہا لیکن آہستہ آہستہ اس چیز میں کمی ہونی شروع ہوگئی ۔ اس کی گزر اوقات طویل مدت تک شکار پر ہی رہی ۔ لیکن اس کے رہنے سہنے کے طریقے جانوروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ترقی کر گئے ۔ پہاڑوں کے غاروں اور درختوں کے کھوکھلے تنوں میں رہنے کے ساتھ ہی ساتھ اس نے زمین پر بھی پیڑ کی شاخوں اور پتوں کی مدد سے جھونپڑیاں بنانا شروع کر دیں ۔

پھر وہ شکار میں پیڑوں کی لکڑیوں کے علاوہ پتھروں سے بھی کام لینے لگا ۔ اس کے بعد اس نے جانوروں کی ہڈیوں اور سینگوں سے کام لینا شروع کیا ۔ شروع میں یہ چیزیں قدرتی طور پر جس شکل کی مل جاتی تھیں اسی طرح استعمال میں آجاتی تھیں اور انسان شکار کے ساتھ ساتھ ایسے پتھروں ، جانوروں کی ہڈیوں سینگوں اور لاٹھیوں کی تلاش میں رہتا تھا جن سے وہ جانوروں کا شکار کرنے

کے علاوہ جنگلی جانوروں سے اپنا بچاؤ بھی کر سکے. لیکن آہستہ آہستہ اس نے ان چیزوں کو اپنی ضرورت کے مطابق بنانا سیکھ لیا اور پتھروں اور لکڑیوں کو اپنی مرضی کے مطابق شکل دینے لگا. شروع میں پتھر اور لکڑی اس کے سامنے تھی اس لئے وہ انہی کو اپنے استعمال میں لا سکتا تھا.

اس زمانے کا انسان عرصے تک آگ سے واقف رہا لیکن اسے دوسرے جانوروں کی طرح کبھی اس کے پاس جانے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ جنگلوں میں قدرتی طور پر جو آگ لگ جاتی ہے اس کی وجہ سے اس زمانے کے انسان کو آگ دیکھنے کا تو موقع ملتا تھا اور بعض اوقات اسے اپنے آس پاس کے جنگل میں آگ لگ جانے کی وجہ سے اپنی جان بچانے کے لئے بھاگنا بھی پڑتا تھا لیکن وہ اسے دیوتاؤں کے غصے کا نتیجہ قرار دے کر اس سے دور ہی رہتا تھا۔

لیکن جب اس نے پتھر کا عام طور پر استعمال شروع کیا ہوگا تو پھر اسے وقتاً فوقتاً چنگاریوں سے سابقہ پڑا ہوگا اور کبھی کبھی خشک گھاس پر ان چنگاریوں کے گرنے سے آگ لگ گئی ہوگی. اس طرح اسے خود بھی آگ پیدا کرنے کی ترکیب معلوم ہوگئی ہوگی. آہستہ آہستہ وہ جنگل میں آگ بجھنے کے بعد جلتے ہوئے کوئلوں کو اٹھانے اور استعمال کرنے کے طریقوں سے بھی واقف ہوگیا ہوگا۔

آگ جلانے کی جس ترکیب سے وہ واقف ہوا تھا چونکہ وہ ہر موسم میں کام نہیں دے سکتی تھی اس لئے اس نے آگ کو مستقل روشن رکھنے کا طریقہ نکالا ہوگا.

اس طرح سردیوں میں اپنے آپ کو گرم رکھنے اور رات کے وقت اپنے آپ کو جنگلی جانوروں سے محفوظ رکھنے کے لئے وہ آگ کو استعمال کرنے لگا ہوگا۔

پھر ایک دن "غلطی" سے شکار کا گوشت آگ کے قریب رہنے کی وجہ سے "خراب" ہوگیا ہوگا۔ لوگوں نے اس گوشت کو پھینکنے کے بجائے "سوارت" کرنے کی کوشش کی ہوگی تو انھیں معلوم ہوا ہوگا کہ یہ تو زیادہ مزے دار ہوگیا ہے۔ اسی طرح کھانا پکانے کا سلسلہ شروع ہوا ہوگا۔ اس زمانے کے لوگوں نے پھر تجربے کر کے گوشت کو مختلف طریقوں سے بھوننے اور پکانے کی ترکیبیں ایجاد کرلی ہوں گی۔

اِس کے بعد اُس نے دوسری چیزیں پکانے کے بھی تجربے کئے ہوں گے اور اس نے تجربے کی بنیاد پر یہ معلوم کرلیا ہوگا کہ کون سی چیزیں پکانے کے بعد زیادہ مزیدار ہوجاتی ہیں اور کون سی چیزوں کو پکانا بے سود ثابت ہوتا ہے۔

اس مرحلے پر پہنچنے کے بعد اسے برتنوں کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہوگی۔ پتہ نہیں کہ اس نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے کیا کیا کیا ہوگا۔ بہت ممکن ہے کہ اس نے شروع میں لکڑی کے موٹے موٹے لٹھوں کے ٹکڑوں اور بڑے بڑے پتھروں کو کھوکھلا کر کے ان سے برتن کا کام لیا ہو اور جانوروں کے کاسہ سر کو استعمال کرنے کے بھی تجربے کئے ہوں۔ بہر حال وقت گزرنے کے ساتھ وہ مٹی کو گوندھنے اور اسے برتنوں کی سی شکل دینے کی کوشش کرنے لگا ہوگا۔

اس طرح مٹی کے استعمال کا سلسلہ شروع ہوگیا ہوگا اور اس نے دوسرے

کاموں میں بھی مٹی سے کام لینا شروع کر دیا ہوگا۔ شاخوں اور پتوں کی مدد سے بنی ہوئی جھونپڑی پر اگر مٹی تھوپ دی جائے تو نہ صرف دیواریں مضبوط ہو جاتی ہیں بلکہ چھت سے پانی بھی نہیں ٹپکتا اور ہوا بھی اندر نہیں آتی۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد انسان نے نہ صرف اپنی زندگی کو زیادہ آرام دہ اور محفوظ بنا لیا بلکہ اس نے تہذیبی ترقی کا ایک ایسا سلسلہ بھی شروع کر دیا جو ابھی تک جاری ہے۔

اس زمانے میں جیسا کہ اندازے سے ظاہر ہوتا ہے تمام انسان مل جل کر رہتے ہوں گے۔ چونکہ انسانی زندگی ہر جانب سے خطرات میں گھری ہوئی تھی اور نسلِ انسانی کی بقا کے لئے ایک ایک فرد بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس لئے اس وقت انسانی جان بڑی اہمیت رکھتی تھی۔ ایک ایک جان کی ہلاکت سے نسلِ انسانی کا مستقبل مشکوک ہونے لگتا تھا۔ صرف ایک آدمی کے معذور ہونے کی وجہ سے نسلِ انسانی کے دفاعی حصاروں میں رخنے پڑنے لگتے تھے۔ ان باتوں کی وجہ سے ہر ممکن کوشش کی جاتی ہوگی کہ انسان غیر فطری اسباب کی بنا پر نہ مرنے پائے اور کوئی شخص کسی ایسی حالت میں مبتلا نہ ہونے پائے کہ انسانوں کا گروہ اس کی تمام صلاحیتوں سے پوری طرح مستفید نہ ہو سکے۔

ان باتوں سے ظاہر ہے کہ اس وقت کی انسانی جمعیت کے تمام افراد پر یہ فرض عاید ہوتا ہوگا کہ وہ ہر جان کو اپنی جان سمجھیں اور کسی صورت میں بھی اسے کوئی نقصان نہ پہنچائیں؛ ہر صورت میں مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے

کو تقویت پہنچائیں۔

خطرات کی موجودگی اور انتشار اور پھوٹ کے خطرات نے جماعتی مفاد کو سب سے زیادہ اہم بنادیا ہوگا اور فرد کو فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ جماعت کے رکن اور ایک مشین کے پرزے کی حیثیت سے اہمیت حاصل ہوتی ہوگی اور خود افراد میں بھی انفرادی شعور زیادہ نمایاں نہیں ہوا ہوگا۔ ان میں خود بھی اپنے ذاتی فائدے، ذاتی آرام اور تفریح کا احساس یا اس کی خواہش پیدا نہیں ہوئی ہوگی۔

اس زمانے میں جماعت ہی سب کچھ ہوگی۔ اس کے افراد اپنی اپنی سمجھ بوجھ کے مطابق کام کرنے، مسائل کو حل کرنے اور ضروریات کو پورا کرنے کے لئے تو رائے دیتے ہوں گے۔ لیکن جماعت اجتماعی طور پر جو فیصلہ کر دیتی ہوگی۔ اس پر جماعت کے تمام افراد اس طرح عمل کرتے ہوں گے گویا کہ جماعتی فیصلہ ان کا اپنا فیصلہ ہو۔ اپنی رائے رد ہو جانے کی وجہ سے نہ تو اسے کوئی ناگواری محسوس ہوتی ہوگی اور نہ اپنی رائے کے خلاف فیصلہ پر عمل کرنے میں وہ کسی قسم کے تساہل سے کام لیتا ہوگا۔ اسے اپنی رائے پر عمل نہ ہونے کی صورت میں نہ تو جماعت سے الگ ہونے کا خیال آتا ہوگا اور نہ اپنی جماعت الگ بنانے کا۔

انسان کے انسان بننے کے اس ابتدائی مرحلے میں اس کی انفرادیت یا انانیت نے اتنی ترقی نہیں کی تھی کہ وہ جماعت کی مرضی سے انحراف کر سکے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کا انسان اتنے کٹھن مرحلوں سے گزر رہا تھا اور اسے اتنے

خطرات کا سامنا کرنا پڑتا تھا کہ اسے اس وقت تک اس بات کا موقع ہی نہیں ملا تھا کہ وہ اپنی انانیت کو ترقی دے سکے۔ یہ چیز نسل انسانی کے محفوظ ہو جانے اور انسان میں اپنی بے بسی اور لاچاری کا احساس دور ہو جانے اور اپنی قوت کا احساس یعنی خود اعتمادی پیدا ہو جانے کے بعد بہت عرصے میں پیدا ہوئی ہو گی۔

غرض اس زمانے میں انسانوں میں بے مثل اتحاد پایا جاتا تھا اور ایک فرد کی تکلیف اور پریشانی بن جاتی تھی۔ انسانی جمیعت یعنی جماعتی مفاد کو سربلند رکھنے کے لئے ہر شخص کسی بھی ایثار یا قربانی سے گریز نہ کرتا تھا۔ جمیعت کو پھلتے پھولتے دیکھنے کی خواہش دوسری تمام خواہشوں سے زیادہ قوی تھی۔ غرض اس زمانے میں بنی نوع انسان کی ایکتا کا تصور عملی شکل میں موجود تھا۔ کسی ایک فرد کے پھانس چبھتی تو تمام لوگوں کو اس سے تکلیف محسوس ہوتی اور سب ہی اس تکلیف کو دور کرنے کی کوشش میں لگ جاتے۔ آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کا کوئی وجود نہ تھا۔ غرض کہ دوسرے الفاظ میں اس وقت کا انسان نیک اور اعلیٰ ترین جذبات کا مالک تھا اور اسفل جذبے ابھی اس میں پیدا نہیں ہو پائے تھے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ سب لوگ مل جل کر کام کرتے تھے۔ جمیعت کے قاعدوں کی پوری پوری پابندی کی جاتی تھی اور کوئی شخص ان سے ذرہ برابر

انحراف نہ کرتا تھا۔ ہر شخص تمام انسانوں کی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش میں ہر وقت مصروف رہتا تھا اور کسی کے لئے بھی کسی قسم کی تکلیف کا سبب بننے سے پرہیز کرتا تھا۔

چوتھا باب

ابتدائی ترقی

یہ تمام ترقیاں کب ہوئیں ان کے بارے میں محض قیاس ہی کی بنا پر کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ انسان اپنی زندگی میں نئی نئی باتیں اور چیزیں شامل کرنے، نئے نئے طریقوں سے کام لینے اور نئی نئی ایجادیں کرنے کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

چنانچہ وہ جانوروں کا چولا اتار کر انسانی جامے میں آنے کے بعد برابر ترقی کرتا رہا۔ لیکن یہ ترقی بہت ہی سست رفتاری سے ہوئی اور اس میں ہزاروں سال کا عرصہ لگ گیا۔ اس وقت تک دنیا کے مختلف حصوں میں پرانے زمانے کے انسانوں کی جو چیزیں ملی ہیں اور جن کی مدد سے ان کا متعین کیا گیا ہے ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب سے لگ بھگ پچیس ۲۵ ہزار سال قبل دنیا کے مختلف حصوں میں جو لوگ رہتے تھے وہ پتھروں کے اوزار استعمال کرتے تھے۔

پتھروں کا قدیمی زمانہ

اسی لئے اس زمانے کو پتھروں کا زمانہ کہتے ہیں۔ یہ پتھروں کا قدیمی زمانہ تھا۔ اس زمانے کے پتھروں کے اوزار بہت ہی بھدّے قسم کے تھے۔ اس قسم کے اوزار یورپ کے مختلف علاقوں، سائیریا، ایشیائے کوچک، فلسطین، ہندوستان اور پاکستان وغیرہ میں ملے ہیں۔

اس زمانے کے لوگوں کی گزر اوقات شکار پر تھی۔ ابھی وہ کھیتی باڑی سے واقف نہیں ہوئے تھے۔ وہ غاروں میں رہتے تھے۔ جانوروں کی کھالیں تن ڈھانپنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔ اس زمانے میں مُردوں کو مختلف چیزوں کے ساتھ دفن کیا جاتا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ موت کے بارے میں قطعی نوعیت کے کچھ تصورات رکھتے تھے۔ ان کی قبریں خندق کھود کر بنائی جاتی تھیں اور انھیں پتھروں سے بند کر کے ان پر نشانات بنائے جاتے تھے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ مختلف علاقوں میں ترقّی کے مرحلے ایک ہی نوعیت کے یا ایک ہی زمانے میں طے نہیں ہوئے۔ ہر علاقے میں وہاں کے قدرتی حالات، آب وہوا، زمین کی ساخت اور پانی کی موجودگی کا تمدّن کی ترقی پر اثر پڑتا رہا اور ایک مخصوص انداز میں تمدّن ترقی کرتا رہا۔ یہاں جو کچھ بیان کیا جا رہا ہے وہ انسان کی ترقی کا ایک دھندلا سا خاکہ ہے۔

انسانی تمدّن نے مختلف علاقوں میں الگ الگ بھی ترقی کی لیکن کبھی کبھی

ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک علاقے کا انسان قدرتی آفات یا حالات کی تبدیلی کی وجہ سے اپنے علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں منتقل ہونے پر مجبور ہو گیا۔ اس طرح وہ اپنا تمدن اپنے ساتھ لیتا گیا اور اس طرح اس نے دوسرے علاقوں میں پہلے سے موجود تمدن کو مالامال کیا اور خود بھی اس سے فائدہ اٹھایا۔

بہر حال پتھروں کے ابتدائی زمانے کے لوگوں کے رہن سہن کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہیں لیکن یہ لوگ آہستہ آہستہ ترقی کرتے رہے۔ ان کے کچھ عرصے بعد کے لوگ پتھر کے اوزار اور ہتھیار بڑی تعداد میں بنانے لگے تھے اور انہوں نے ہڈی، ہاتھی دانت اور سینگ کے ہتھیار بھی بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔

یہ لوگ اپنے مُردوں کو ایک خاص قسم کی سرخ رنگ کی مٹی گوندھ کر اور اس میں لپیٹ کر دفن کرتے تھے۔ وہ غالباً اس موقع پر مختلف قسم کی رسوم بھی ادا کرتے تھے اور اسی لئے مُردوں کے ساتھ (شاید اس کے اپنے) اوزار اور زیور بھی دفن کئے جاتے تھے۔ یہ زیور بالعموم خوبصورت شکلوں کے پتھروں کے گھڑے ہوتے تھے لیکن سیپیوں وغیرہ کے بنے ہوئے ہار بھی ملے ہیں۔

اس کے بعد کے زمانے کے جو ہتھیار ملے ہیں وہ نسبتاً چھوٹے بھی ہیں، اور زیادہ سجل بھی ہیں۔ بعض علاقوں میں اس زمانے کی پتھر کی چھینی بھی ملی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانے کے لوگوں میں پتھروں سے کام لینے کا علم

کافی ترقی کر گیا تھا۔

بعد میں ان لوگوں نے اس فن کو اور ترقی دی۔ وہ پتھروں کے بہت عمدہ نوکدار اور دھاردار ہتھیار بنانے لگے۔ انہوں نے ہڈیوں کے کام میں بڑی مہارت پیدا کی۔ چنانچہ وہ ہڈیوں کی عمدہ قسم کی سوئیاں بنانے لگے تھے جن سے وہ جانوروں کی کھالوں کو سینے کا کام لیتے تھے۔

اس زمانے کے لوگوں نے آرٹ کو بھی کافی ترقی دی۔ مختلف علاقوں کے غاروں میں اس زمانے کی کندہ کاری کے نمونے ملے ہیں۔ وہ لوگ پتھر کے تیز اوزاروں کی مدد سے غاروں کی دیواروں پر طرح طرح کی تصویریں بناتے تھے۔ ان تصویروں میں جانوروں کی شکلیں بھی نظر آتی ہیں۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس قسم کا آرٹ ان لوگوں کے علاقوں میں زیادہ پروان چڑھا تھا جو سرد علاقوں میں رہتے تھے۔ یہ لوگ سردترین جاڑوں میں اپنے غاروں میں منہ چھپائے پڑے رہتے تھے۔ وہ اپنے کھانے پینے کا سامان گرمیوں کے موسم میں جمع کر کے رکھ لیتے تھے اس لئے جاڑوں میں انہیں اپنے غاروں سے نکلنے کی ضرورت بھی کم محسوس ہوتی تھی اور اس زمانے میں باہر نکلنا کوئی آسان کام بھی نہیں ہوتا تھا۔ چنانچہ انہیں جاڑوں میں بہت کم مصروفیت رہتی تھی۔ یہ صورت آرٹ کی ترقی کے لئے بہت سازگار تھی۔ غاروں میں رہنے والے لوگ وقت گزاری کے لئے اور کوئی کام نہ ہونے کی وجہ سے اپنے غاروں کی دیواروں پر مختلف قسم کی تصویریں بنایا کرتے

تھے۔ ان کی اس قسم کی سرگرمیوں کے نشانات یورپ کے مختلف علاقوں کے غاروں میں ملے ہیں۔

آرٹ کے اس رجحان نے دوسرے علاقوں میں بھی ترقی کی لیکن چونکہ دوسرے علاقوں میں لوگوں کو فرصت کا کوئی ایسا زمانہ نہیں ملتا تھا جیسا کہ شمال کے سرد علاقوں میں رہنے والوں کو ملتا تھا اس لئے انہوں نے اپنے بعد آنے والوں کے لئے غاروں کی تصویروں کی طرح کی کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ تاہم وہ ایسے اوزار اور ہتھیار چھوڑ گئے ہیں جن پر مختلف انداز کے نقش و نگار بنے ہوتے ہیں۔

پتھروں کا جدید زمانہ

شروع میں یہ اوزار اور ہتھیار تراش کر بنائے جاتے تھے لیکن تہذیب کی ترقی کے ساتھ انہیں پتھر کو گھس کر اور صیقل کر کے بنایا جانے لگا۔ یہ پتھروں کا جدید دور شروع ہونے کی ابتدا تھی۔ جن لوگوں کے زمانے میں یہ ترقی ہوئی تھی اس زمانے کے لوگوں کی زندگی اور سابقہ لوگوں کی زندگی میں بڑا فرق پیدا ہو چکا تھا۔ ان سے پہلے کے لوگ بڑی دشوار زندگی گزارا کرتے تھے لیکن ان لوگوں کی زندگی بہت مختلف ہو گئی تھی اور نسبتاً آرام سے گزرنے لگی تھی۔

اگرچہ ان لوگوں کی تہذیب پیشتر کے لوگوں کی تہذیب اور رہن سہن کے طریقوں پر ہی مبنی تھی لیکن ان دونوں کے رہن سہن کے انداز اور طریقوں میں فرق ہو جانے کا بڑا سبب چار بڑی دریافتیں تھیں جن کا حال درج ذیل ہے۔

(۱) اوزاروں اور ہتھیاروں کا گھس کر اور صیقل کر کے بنایا جانا۔ اس کی وجہ سے یہ ہتھیار اور اوزار اُن اوزاروں اور ہتھیاروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر اور اعلیٰ درجے کے ہونے لگے جو پتھروں کو تراش کر یہ چیزیں بنائے جانے کے زمانے میں بنتے تھے۔ نئے ہتھیار پہلے کے مقابلے میں زیادہ کارآمد ثابت ہوتے تھے اور زیادہ مضبوط بھی۔ لیکن اُن کی ایجاد کی وجہ سے پتھروں کو تراش کر بنائے جانے کا سلسلہ بالکل ختم نہیں ہوا۔ چونکہ پتھر کو گھس کر اور صیقل کر کے ہتھیار وغیرہ بنانے میں بہت زیادہ وقت صرف ہوتا تھا۔ اس لئے ایک آدمی ایک مقررہ وقت میں نسبتاً کم چیزیں تیار کر پاتا تھا۔ چنانچہ تمام لوگوں کو ہتھیار اور اوزار فراہم کرنے کے لئے پتھر کو تراش کر انہیں بنائے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔

(۲) دوسری بڑی دریافت اس زمانے میں جانوروں کو پالنے کی ہوئی۔ جانوروں کے پالے جانے کا سلسلہ شروع ہو جانے کے بعد انسان کی بہت سی مصیبتیں اور مشکلیں کم ہو گئیں۔ اس کے بعد آدمی بوجھ ڈھونے کا کام جانوروں سے لینے لگا۔ پھر اس نے خود بھی جانوروں پر سواری کا سلسلہ شروع کر دیا اور اسطرح جہاں اس نے اپنے پیدل سفر کی تکلیف میں کمی کر لی وہاں اس نے فاصلے طے کرنے کی رفتار میں بھی اضافہ کر لیا۔

اس کے علاوہ اس نے جانوروں کو پالنا شروع کر کے اپنے لئے گوشت اور دودھ کی فراہمی میں بھی بڑی آسانی پیدا کر لی۔ اس طرح اسے اپنی غذا کے

لئے بھاگنے دوڑنے کی ضرورت پہلے کی سی نہیں رہی۔ اس طرح گھر بیٹھے کچھ غذا حاصل کرنے کا بندوبست ہوگیا۔

(۳) تیسری بڑی دریافت کھیتی باڑی کرنے کی تھی۔ اس طریقے سے اُس نے اپنی غذا کی فراہمی کا ایک لگا بندھا نظام قائم کرنے کا سلسلہ شروع کردیا۔ اب تک وہ مختلف خود رو چیزیں استعمال کرتا تھا لیکن کھیتی باڑی شروع ہونے کا ایک اور سبب بھی تھا۔ اب تک وہ جنگل میں رہتا تھا لیکن اسے وہاں جنگلی جانوروں کا برابر خطرہ رہتا تھا اور وہ آزادی کے ساتھ گھوم پھر نہیں سکتا تھا۔ اس خطرے سے بچاؤ کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ تمام درندوں کو ختم کردیا جائے اور پھر آزادی کے ساتھ جنگل میں رہائش اختیار کی جائے۔ لیکن جنگل میں سو فیصدی یقین کے ساتھ ایسا کوئی بندوبست نہیں ہوسکتا تھا۔ دوسرا طریقہ اس خطرے کو دور کرنے کا یہ تھا کہ جنگل ہی ختم کردیا جائے۔ یہ صورت ممکن بھی تھی اور مفید بھی۔

چنانچہ ان لوگوں نے جنگلوں کو کاٹ کر اپنے رہن سہن کے لئے محفوظ علاقے بنانے شروع کردیئے۔ تاہم جنگل صاف ہونے کی وجہ سے یہ خرابی پیدا ہوگئی کہ کھانے کی چیزیں حاصل کرنے کے لئے اسے جنگلوں میں جانا پڑتا تھا۔ وہاں وہ جانوروں کا شکار کرتا اور پھل وغیرہ جمع کرتا۔ لیکن یہ صورت بھی خطرے سے خالی نہ تھی بلکہ اس اعتبار سے اور بھی زیادہ خطرناک تھی کہ جنگلوں

میں رہتے ہوئے آدمی ہر وقت چوکنا رہتا تھا اور میدانوں میں سکونت اختیار کرنے کے بعد اس کی چوکنا رہنے کی صلاحیتیں قدرے کمزور ہو گئی تھیں۔

اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے انسان نے کھیتی باڑی کا سلسلہ شروع کیا اور ایک ایسا بندوبست قائم کرنا شروع کیا جس سے اسے اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے سرے سے جنگل میں نہ جانا پڑے۔ کھیتی باڑی اور جانوروں کے پالے جانے کی وجہ سے یہ مسئلہ حل ہونے میں بڑی مدد ملی۔

(۴) اس زمانے کی چوتھی بڑی دریافت برتن بنانے کی تھی۔ انسان کے برتن بنانا سیکھ لینے کے بعد انسان نے نمایاں طور پر تہذیب کی ترقی کی جانب قدم بڑھایا۔ کھانا پکانے اور کھانے پینے کی چیزیں رکھنے کے لئے برتنوں کی ضرورت میں اضافہ ہوتا گیا اور اس کے ساتھ ہی برتنوں کی تیاری کی صنعت بھی ترقی کرتی چلی گئی۔

برتنوں کی ایجاد کے بعد طرح طرح کے برتن بنائے جانے اور پرانے برتنوں کو بہتر بنانے اور نئی نئی شکل کے برتن تیار کرنے کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ اب تک جاری ہے۔ تہذیب میں برتنوں کو ہمیشہ بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اور اب بھی وہ تہذیب کی ایک اہم علامت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

غرض ان چاروں ایجادوں نے انسان کی زندگی کو بڑی حد تک تبدیل کر کے رکھ دیا۔ لوگ نسبتاً زیادہ آرام کی زندگی گزارنے لگے۔ ایک

آدمی کے شکار کرنے کے بعد جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ زیادہ سے زیادہ ایک دو دن قابل استعمال رہتا تھا جس کے بعد وہ خراب ہو جاتا تھا اور اسے پھر شکار کی کھکھیڑ اٹھانا پڑتی تھی۔ اس کے برخلاف کھیتی باڑی سے جو پیداوار حاصل ہوتی تھی اس سے زیادہ سے زیادہ آدمیوں کے پیٹ بھرے جا سکتے تھے۔ پھر غلہ کی پیداوار کو جمع کر کے بھی رکھا جا سکتا اور ضرورت کے وقت نکالا جا سکتا تھا برتنوں کی ایجاد نے گھریلو زندگی کو بہتر بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

کھیتی باڑی کی ایجاد کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ لوگوں نے خانہ بدوشی کی زندگی ترک کر دی اور انہوں نے اپنے کھیتوں کے آس پاس ہی رہنا شروع کر دیا۔ اس کی وجہ سے انہیں اپنا سر چھپانے کے لئے مکانوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے جھونپڑیوں کے ساتھ ہی ساتھ مٹی کے مکان بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔

شروع میں مختلف وجوہ سے یہ لوگ اپنے گھر ٹیلوں پر بنایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ سے قدرتی طور پر ان کی بستیوں کی کسی قدر حفاظت ہو جایا کرتی تھی اور بعض لوگ بستی کے مکانوں اور ان میں رہنے والوں کی حفاظت کیلئے اپنی آبادی کے گرد قلعہ بندیاں بھی کر لیتے تھے جن کی وجہ سے وہ بیرونی حملوں کے خطروں سے بڑی حد تک محفوظ ہو جاتے تھے۔

ان قلعہ بندیوں سے جہاں انسان کی مادی ترقی کا اظہار ہوتا ہے وہاں یہ

بھی ظاہر ہوتا ہے کہ انسانی جمیعت اتنی بڑھ چکی تھی اور اتنی پھیل چکی تھی کہ ان میں اپنایت اور یگانگت کا احساس کمزور ہو گیا تھا اور اب انسان کی ایکتا عملی شکل میں تمام انسانوں پر محیط نہیں رہی تھی بلکہ اس کے ایک محدود حصے پر مشتمل رہ گئی تھی تمام انسانوں کا دکھ درد، تمام انسانوں کا دکھ درد نہیں رہا تھا بلکہ مختلف گروہوں کا دکھ درد بن کر رہ گیا تھا۔ اب انسان ہر انسان کی تکلیف اور پریشانیوں میں سینہ سپر نہیں ہوتا تھا بلکہ اپنے گروہ کو فائدہ پہنچانے کے لئے دوسرے انسانی گروہ کو نقصان پہنچانے اور لوٹنے مارنے اور ہلاک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا۔

بہر حال اِس زمانے میں انسان تمدن کا ایک اہم سنگ میل طے کر چکا تھا اسمیں باہمی مسابقت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا جسے انسانی تہذیب کی ترقی میں بڑی بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے اور اب تک ہے۔ یہ جذبہ وجود میں آنے کے بعد سے انسان کی سرگرمیوں کو ہر میدان میں متاثر کرتا رہا ہے اور غالباً آئندہ بھی کرتا رہے گا۔

اِس دور کے آخری ایام میں ایک اور اہم ترقی مکانوں کی تعمیر کے سلسلے میں ہوئی۔ چونکہ جنگلوں کے کٹنے کی وجہ سے لکڑی افراط سے تھی اور اس کا استعمال جلانے تک ہی محدود نہیں تھا اس لئے انسانی ذہن لکڑی کے ایسے استعمال نکالنے کی فکر میں تھا جن کی مدد سے جنگل بھی صاف ہو جائیں اور ان کی لکڑی کام میں بھی لے آئی جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے مکان لکڑی کے

بنائے جانے لگے اور دو منزلہ مکانوں کی تعمیر کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

کانسہ کا زمانہ

پتھروں کا زمانہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ انسان نے تمدن کی ترقی میں ایک اور اہم قدم اٹھایا۔ یہ اہم ترقی تانبے اور ٹین کی دریافت کی وجہ سے عمل میں آئی۔ انسان نے تانبے اور ٹین کو ملا کر کانسہ بنایا اور اسے مختلف کاموں میں استعمال کرنے لگا اسی وجہ سے اس زمانے کو کانسہ کا زمانہ کہا جاتا ہے۔

کانسہ کے زمانے کے لوگوں نے اپنے اوزار اور ہتھیار بنانے میں اس دھات سے کام لینا شروع کیا۔ چونکہ شروع میں یہ دھات کمیاب تھی اس لئے پتھروں کے اوزار اور ہتھیاروں کا استعمال یک لخت موقوف نہیں ہوا۔ تاہم دھاتوں کی چیزوں کا استعمال آہستہ آہستہ بڑھتا اور پتھروں کی چیزوں کا استعمال دھیرے دھیرے گھٹتا گیا۔

عام خیال یہ ہے کہ تانبے کا استعمال مشرق قریب سے شروع ہوا اور کریٹ، یونان یورپ ایشیا اور افریقہ میں تیزی کے ساتھ پھیلتا چلا گیا لیکن بہت سے علاقے الگ تھلگ رہنے کی وجہ سے صدیوں تک اس کے استعمال سے ناواقف رہے۔ پھر تانبے اور ٹین کے ملاؤ سے کانسہ بنانے کی ترکیب نکالی گئی اور اس کا استعمال آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا۔

کانسہ کے دور کے بیچ میں وسط یورپ میں ایک تہذیب پروان چڑھی۔

یہ لوگ اپنے مُردوں کو دفن کرنے کے بجائے جلانے لگے تھے۔ ان لوگوں نے بہت عمدہ قسم کے اوزار بنائے۔ خیال ہے کہ کلہاڑی انہی لوگوں کی ایجاد تھی۔

ان لوگوں کی تہذیب خوب پھلی پھولی اور آہستہ آہستہ روس تک پھیل گئی

کانسہ کے زمانے میں کھیتی باڑی کافی ترقی کر چکی تھی اور لوگ روئی سے دھاگے بٹ کر کپڑا تیار کرنے لگے تھے۔ سوتی کپڑوں کے علاوہ اونی کپڑے بھی بنائے جانے لگے تھے۔ اس طرح تہذیب نے اس دَور میں بڑی ترقی کی تھی۔ اس زمانے میں عورتوں اور مردوں کے لباس بھی الگ الگ ہو گئے تھے۔ پیروں میں بھی وہ موزوں کی قسم کی کوئی چیز پہنتے تھے۔

اس دَور میں لوگ سونے سے بھی واقف ہو گئے تھے۔ یہ لوگ دھات کے بنے ہوئے زیور استعمال کرتے تھے جو زیادہ تر کانسے کے ہوتے تھے لیکن اس زمانے کی بنی ہوئی سونے کی بھی کچھ چیزیں ملی ہیں۔ گلے میں زنجیر پہننے کا رواج عام ہو گیا تھا۔ بعض مقامات پر ہلال کی شکل کی سونے کی چیزیں بھی ملی ہیں لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کس کام میں آتی تھیں۔

ظاہر ہے کہ لوگوں نے تانبہ اور ٹین تلاش کرتے ہوئے سونا دریافت کیا ہوگا لیکن کانسہ کے زمانے میں سونے کا استعمال عام نہیں ہوا تھا۔ کانسہ جسمانی آرائش کے لئے بھی استعمال ہوتا تھا اور گھر اور کھیت میں بھی اس سے مختلف قسم کے کام لئے جاتے تھے۔ اس زمانے کے لوگ کانسہ کی تلواریں بناتے تھے اور ان کی شکل درخت کی پتیوں کی سی ہوتی تھی۔

تانبے، ٹِن اور سونے کی تلاش کے سلسلے ہی میں لوہا دریافت ہوا۔ تمدّن کی ترقی میں لوہے کی دریافت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ لوہے کی دریافت ایک نظریئے کے مطابق ایشیائے کوچک میں ہوئی تھی۔ اس کی دریافت کب ہوئی اس کا کوئی یقینی اندازہ نہیں ہے۔ تاہم لوہے کے استعمال کے سلسلے میں سب سے پرانی چیزیں کوئی چار ہزار سال قبل مسیح کی بھی ملی ہیں۔

بہرحال لوہے کا عام استعمال شروع ہو جانے کے بعد حقیقی تہذیب کا زمانہ شروع ہونے کی راہ پوری طرح ہموار ہو گئی تھی اور انسان نے اپنی زندگی کا ایک ایسا بنیادی ڈھانچہ بنا لیا تھا جس میں اس کے بعد وہ نئی نئی چیزیں استعمال میں لاتا رہا اور اپنی زندگی کو زیادہ پیچیدہ اور زیادہ متمدّن بناتا رہا۔

پانچواں باب

آغازِ تمدّن کا حقیقی زمانہ

تمدّن کا سلسلہ یوں تو اسی وقت سے شروع ہوگیا تھا جب انسان نے شعوری انداز میں عمل کرنا شروع کیا تھا۔ لیکن صحیح معنوں میں حقیقی تمدن کا آغاز بعد میں ہوا۔ اس تمدّن کی ابتدا در اصل انسانوں کے آپس میں بولنے چالنے اپنی زبان کو ترقی دینے اور پھر اسے ضبط تحریر میں لانے کے بعد ہوئی۔

زبان کا آغاز کس طرح ہوا اور لکھنے کے فن کی ابتدا کیسے ہوئی یہ باتیں محض قیاس کی بنا پر کہی جا سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی ثبوت موجود نہیں ہے۔ یہ بات تو ظاہر ہی ہے کہ انسان نے جب حیوانوں کا جامہ اتار کر انسانیت کا جامہ پہنا ہوگا تو وہ ایک دم کوئی زبان بولنے نہیں لگے ہوں گے۔ انسان نے حیوانوں اور انسانوں کے درمیان کی حالت میں لاکھوں سال گزارے ہوں گے اور اس تمام عرصے میں اس کی "بول چال" جانوروں کی طرح کی آوازوں اور اشاروں تک محدود رہی ہوگی۔

ان آوازوں کے الفاظ کی شکل اختیار کرنے میں لاکھوں سال لگے ہوں گے۔ ماہروں کا اندازہ یہ ہے کہ سب سے پہلے انسان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں ہی کو مفہوم دیئے گئے ہوں گے۔ چونکہ اس زمانے میں انسان کی سب سے بڑی سرگرمی جانوروں کا شکار تھی، اس لئے شکار میں آوازوں سے کام لیا جاتا ہوگا۔ انہوں نے شکار کی موجودگی، شکار کی قسم، خطرہ ہونے اور خطرہ نہ ہونے کے لئے مختلف قسم کی آوازیں بنا رکھی ہوں گی اور شکار کے دوران ایک دوسرے سے اسی "زبان" میں باتیں کرتے ہوں گے۔

پھر وہ شکار کے حالات بیان کرتے ہوئے طرح طرح کی آوازوں سے اپنے ساتھیوں کو بتاتے ہوں گے کہ وہ کس طرح مختلف نوعیت کے خطرات میں مبتلا ہوئے، کس طرح انہوں نے ان خطرات سے بچنے کی کوشش کی، کیا کیا داؤں پیچ کئے اور کس طریقے سے کامیابی حاصل کی۔

اسی طرح وہ مختلف آوازوں کی مدد سے اپنی تکلیف، آرام، رنج اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ لیکن یہ طریقہ زیادہ اطمینان بخش تھا اور اس میں برابر دشواریاں پیش آتی تھیں۔ وہ مختلف باتیں کہنے کے لئے زبان گھما گھما کر آوازیں نکالنے کی کوشش میں لگا رہتا تھا۔ ایک دن اس کی یہ کوشش کامیاب ہوگئی۔ اس کی زبان لوٹنے لگی اور وہ ہر قسم کی آواز نکالنے لگا پھر اس نے آوازوں میں تنوع پیدا کرنا شروع کیا اور آہستہ آہستہ الفاظ

پر مشتمل آوازوں کو معنی اور مفہوم دینے شروع کر دیئے۔

اس طرح بول چال کی ترقی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ لوگ ایک دوسرے سے منہ در منہ تو باتیں کرنے لگے لیکن انھیں ان الفاظ کو لکھنا نہیں آتا تھا۔ لکھنے کے طریقے کی ایجاد بہت بعد میں ہوئی۔ اس کا ایک سبب یہ تھا کہ انہیں لکھنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔

تاہم جب ان لوگوں کے معاملات میں اضافہ ہوتا گیا اور تعلقات میں پیچیدگی پیدا ہوتی گئی تو لکھائی کا طریقہ ایجاد کرنے کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ لکھائی کا طریقہ ایجاد ہونے کے بارے میں بھی کوئی قطعی واقفیت حاصل نہیں ہے لیکن ماہروں کا خیال ہے کہ لکھائی کا طریقہ مصوروں کی وجہ سے شروع ہوا۔ یہ لوگ غاروں کی دیواروں اور پتھروں پر شکلیں بنایا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ انہیں اندازہ ہوا کہ وہ ان تصویروں کی مدد سے اپنا مافی الضمیر دوسروں پر ظاہر کر سکتے ہیں۔

چنانچہ شروع شروع میں اشکال اور علامات کے ذریعے لکھنے کا رواج ہوا۔ اس قسم کی پیچیدہ طرز تحریر کا آج بھی چین میں رواج ہے۔ چین میں ابتدائی طرز تحریر میں بہت کم تبدیلی واقع ہوئی ہے لیکن دوسرے علاقوں میں اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور علامتی اشکال چھوٹی اور سادہ ہوتی چلی گئیں۔

آہستہ آہستہ انسانی بول چال کی آوازوں کو الفاظ اور پھر حروف میں تقسیم کیا گیا۔ یہ حروف کیا تھے وہ دراصل مختلف قسم کی بنیادی آوازیں تھیں جو انسان کے منہ سے نکلتی ہیں۔ انسان نے آہستہ آہستہ ان مختلف آوازوں کو شناخت کیا اور پھر اس نے ان آوازوں کے لئے الگ الگ حروف مقرر کرنے کا سلسلہ شروع کیا۔ غرض کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اس نے حروف تہجی کو مرتب کرلیا۔

انسان کی دوسری تہذیبی سرگرمیوں کی طرح بول چال اور تحریر کے طریقوں اور حروف تہجی کی تعداد وغیرہ پر بھی مقامی حالات اور آب و ہوا کا اثر پڑا۔ چونکہ مختلف علاقوں میں رہنے والوں کو بعض مخصوص طریقوں سے آواز نکالنے میں دشواری پیش آتی تھی اس لئے ان کی زبان کے حروف تہجی میں بنیادی طور پر یکسانیت ہونے کے باوجود تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ بعض علاقوں کی زبانوں میں کڑے تلفظ والے حروف شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ وہاں کے لوگ ان حروف کا تلفظ اچھی طرح ادا نہیں کرسکتے ہیں۔

بہر حال انسان نے جب بول چال کو ترقی دی تھی تو اس کی وجہ سے اس کی زندگی یعنی اس کے تمدّن میں بہت سی نئی باتوں کا اضافہ ہوگیا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ آپس میں باتیں کرنے لگا، اپنے حالات اور کوائف سے اپنے ساتھیوں کو آگاہ کرنے لگا۔ وہ دلچسپ واقعات ایک دوسرے کو سنانے لگے اور مختلف امور میں ایک دوسرے کو صلاح مشورے دینے لگے۔

لیکن جب اس نے اپنے خیالات، واقعات اور تجربات کو تحریر کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا تو پھر اس کے تمدن کی ایک بہت ہی مضبوط بنیاد قائم ہو گئی اور انسان کی اس جدّت نے اس کی زندگی میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ لکھنے کا فن شاید انساں کی تہذیبی ترقی میں سب سے بڑے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

لکھنے کا فن ایجاد ہونے سے پہلے انسانی تہذیب کی ترقی کی رفتار بہت سست تھی۔ لوگوں کو نہ صرف اپنے بلکہ اپنے تمام اسلاف کے تجربوں کو حافظہ میں محفوظ رکھنا پڑتا تھا۔ یہ صورت بہر حال بول چال کا آغاز ہونے سے پہلے کے مقابلے میں بہت بہتر تھی جب ایک آدمی کے لئے اپنے سے پہلی نسل کے تمام تجربات سے آگاہ ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی اور صرف وہ انہی تجربوں سے آگاہ ہو سکتا تھا جن میں وہ اپنے باپ دادا کے ساتھ عملی طور پر شریک ہوتا تھا اور ضرورت پڑنے پر محض اپنی سمجھ کی بنیاد پر اُسے وہ تجربے خود از سرِ نو کرنے پڑتے تھے جن میں اسے اپنے باپ دادا کے ساتھ شریک ہونے کا موقع نہیں مل پایا تھا۔ اس طرح وہ بہت سی پرانی باتوں سے واقف ہی نہ ہو پاتا تھا اور بہت سی ایسی باتیں اسے دوبارہ سہ بارہ بلکہ شاید ہر بار خود از سرِ نو سیکھنی اور دریافت کرنا پڑتی تھیں۔

اس طرح ایک ہی بات بار بار کرنے کی وجہ سے وقت ضائع ہوتا

تھا اور ترقی کی رفتار بہت سست رہتی تھی۔ بول چال کا سلسلہ شروع ہونے کے بعد یہ رفتار پہلے کے مقابلے میں تو بہت تیز ہو گئی تھی لیکن پھر بھی بہت دھیمی تھی اس طرح حافظے سے بہت سی باتیں نکل جاتی تھیں اور انسان کو از سر نو دریافت یا ایجاد کرنا پڑتا تھا۔

تاہم تحریر کے ذریعے جب انسان نے گزشتہ واقعات اور تجربات کو محفوظ کرنے کا راز معلوم کر لیا تو ترقی کی رفتار مسلسل تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔ اگرچہ لکھنے پڑھنے کا فن تہذیب کی ترقی اور انسانی زندگی کو بہتر بنانے کے لئے بہت ضروری تھا لیکن عرصہ دراز تک یہ فن ہر علاقے میں ایک چھوٹی سی جماعت تک ہی محدود رہا۔ اس صورت حال کی وجہ سے اور اہل علم لوگوں میں عرصے تک علم کو عام نہ کرنے کے رجحان کی وجہ سے تہذیب کے اس پہلو کو اتنی تیزی کے ساتھ ترقی نہیں ہو سکی جتنی کہ ہو سکتی تھی۔

بہر حال یہ رکاوٹیں آہستہ آہستہ دور ہوتی چلی گئیں اور برابر دور ہوتی جا رہی ہیں اور اب وہ وقت جلد ہی آنے والا ہے جب بلا استثنا ہر شخص تہذیب کی اس نعمت سے مالا مال ہونے لگے گا۔ وہ وقت یقیناً تہذیب کی ترقی میں ایک اور اہم سنگ میل ثابت ہو گا۔

تاہم اس رکاوٹ کے باوجود اور لکھنا پڑھنا بہت تھوڑے لوگوں تک محدود ہونے کے باوصف تمدن کی ترقی کی تیز رفتاری کافی تیز ہو گئی۔ لوگوں

نے نہ صرف اپنے اسلاف کے تجربوں کو قلمبند کیا اور آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اٹھاتی رہیں بلکہ لکھنے کے فن کی وجہ سے انسانوں کی سوچ کی راہیں کھل گئیں اور انسانی زندگی زیادہ مکمل اور زیادہ پر لطف ہوتی چلی گئی۔

آہستہ آہستہ انسان کے سوچ بچار کے نتیجے تحریریں آنے لگے۔ مختلف زمانے کے لوگوں کی اچھی اچھی باتیں جمع ہوتی چلی گئیں اور آنے والی نسلوں کی رہنمائی کرتی رہیں۔ یہ رہنمائی باہمی لین دین، مختلف قسم کے اچھے اور برے طرز عمل، معاشرے کی ترقی اور اصلاح کے میدان میں بھی ہوئی اور مختلف قسم کے مفید پیشوں کی تربیت اور ترقی میں بھی ہوتی رہی۔

تحریر کے فن کے رواج پا جانے کی وجہ سے جہاں ایک طرف ادب اور فلسفہ کی بنیاد پڑی وہاں قوانین حکومت کو ترتیب دینے اور ملک کا نظم و نسق بہتر بنانے میں بھی بڑی مدد ملی۔ جہاں تحریر کا سلسلہ شروع ہو جانے کی وجہ سے اخلاق کے اعلیٰ اصول مرتب ہوئے وہیں انسان نے کائنات کے بارے میں اپنے خیالات اور نظریات کو یکجا کیا۔ انسان نے فطرت کا مشاہدہ کیا اور اپنے مشاہدات کو قلمبند کرتا چلا گیا۔ اس کے نتیجے میں فطرت کے بارے میں اس کی معلومات برابر بڑھتی رہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جہاں تک دنیا کے علوم و فنون کا تعلق ہے ان کی موجودہ ترقی فن تحریر کی مرہون منت ہے۔ خود زبان جو انسانوں کے درمیان

خیالات اور جذبات کے اظہار کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اسے تحریر کا فن ایجاد ہونے کی وجہ سے بڑی ترقی ہوئی۔

فن تحریر کی ترقی کی وجہ سے ان چیزوں کی ضرورت میں بھی برابر اضافہ ہوتا چلا گیا۔ جن پر لوگ اپنے اور دوسروں کے جذبات اور خیالات کو تحریر میں لا سکتے تھے۔ اس میدان میں بھی تہذیب کی ترقی نے بڑے بڑے معرکے سر کئے اور لکھائی کے لئے ضروری سامان برابر سہل الحصول ہوتا چلا گیا۔

شروع میں انسان پتھروں ہی پر لکھتا رہا۔ پھر اس نے درختوں کی چھالوں اور جانوروں کی کھالوں کو لکھنے کے لئے استعمال کیا۔ اس نے کپڑوں پر بھی تحریر کے تجربے کئے لیکن آہستہ آہستہ تہذیب کی دنیا میں وہ چیز آگئی جسے ہم کاغذ کا نام دیتے ہیں۔ چین میں کاغذ کے ایجاد ہو جانے اور پھر اس کے دنیا بھر میں پھیل جانے اور بہتر سے بہتر اور کم سے کم قیمت والے کاغذ کی فراہمی شروع ہو جانے کے بعد انسانی تہذیب نے صحیح معنوں میں ترقی شروع کی جس کی رفتار روز بروز تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی ہے۔

چھٹا باب

مصری تمدّن

بعض ماہروں کا کہنا ہے کہ مصر دنیا میں پھیلنے والی تمام تہذیبی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے اور زمانۂ قدیم میں جتنی ترقیاں ہوئیں ان سب کا آغاز مصر ہی سے ہوا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ نظریہ سو فیصدی درست نہ ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ مصری تہذیب دنیا کی قدیم ترین اور سب سے بڑی تہذیبوں میں سے ایک تھی۔

اگرچہ مصریوں نے اپنے بعد ترقی کرنے والی یونانی تہذیب کی طرح فلسفہ اور ادب کے شاہکار نہیں چھوڑے لیکن انہوں نے تہذیب کی ترقی میں بعض ایسے کارنامے سرانجام دیئے جو رہتی دنیا تک یاد کئے جائیں گے۔

قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ مصریوں نے ذہنی علوم میں کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی لیکن ان کی قوتِ عمل اور عملی قابلیت حیرت انگیز تھی۔ انہوں نے اپنی قوتِ عمل کے زور پر ایسے ایسے کارنامے سرانجام دیئے جن کی کسی اور جگہ مثال نہیں ملتی۔

مصریوں کی تہذیب اب سے کوئی ۶ ہزار سال پہلے پروان چڑھی تھی. ان کی تہذیب کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ ان کی ترقی بڑی حد تک ان کی اپنی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ ہو سکتا ہے کہ انھوں نے بھی اپنے ابتدائی دورِ ارتقار میں دوسرے لوگوں کی ترقی سے استفادہ کیا ہو لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے اپنی تہذیب کو جتنے عروج پر پہنچایا تھا اتنا اس زمانے کا کوئی اور علاقہ نہیں پہنچا سکا.

تمدّن کے ارتقار میں مصری تہذیب کو ایک روشن مینار کی حیثیت حاصل ہے جس کی روشنی دور دور تک پھیلی۔ دنیا کے بیشتر علاقوں کے لوگوں نے مصری تہذیب کے چراغ سے اپنے چراغ روشن کیے اور آئندہ جب کبھی ایک عالمی تہذیب وجود میں آئے گی تو اس کی بنیاد جن تہذیبوں پر رکھی جائے گی۔ ان میں سے ایک مصری تہذیب بھی ہو گی.

مصری تہذیب کے چند نمایاں پہلوؤں کا حال بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا۔ اس بیان سے مصری تہذیب کی عظمت کو سمجھنے میں مدد ملے گی. اس سلسلے میں یہ بات یاد رہے کہ مصریوں کی تہذیب اب سے چھ ہزار سال پہلے کا ہے۔ جب دنیا کا بیشتر حصہ ظلمت اور تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا.

مصری تمدّن کے عظیم کارناموں میں سے ایک کھیتی باڑی کو ترقی دینا ہے. آج سے چھ ہزار سال قبل مصری نہ صرف یہ کہ مختلف قسم کی فصلیں بونے

لگے تھے بلکہ انھوں نے دریائے نیل کی زرخیز وادی میں دنیا میں شاید پہلی بار مصنوعی طریقے سے فصلوں کو سیراب کرنے کا طریقہ شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے آبپاشی کا ایک مکمل نظام اسی زمانے میں قائم کر دیا تھا اور مختلف فصلوں کو بونے کا بھی وہ ایک پورا نظام قائم کر چکے تھے۔

مصر میں آبپاشی کے نظام کی ترقی کا بنیادی سبب یہ تھا کہ اگرچہ دریائے نیل کی وادی بہت زرخیز تھی لیکن اس پورے علاقے میں بارش کا اوسط بہت ہی کم تھا۔ مصر میں بارش نہ ہونے کا بدل قدرت نے دریائے نیل کی صورت میں فراہم کر دیا ہے۔ یہ دنیا کے عظیم دریاؤں میں سے ایک ہے اور خط استوا کے علاقے میں جنوبی سوڈان میں جو شدید بارشیں ہوتی ہیں ان کی وجہ سے اس دریا میں ہمیشہ پانی کی کثیر مقدار جمع رہتی ہے۔

اگر قدیم مصری آبپاشی کا نظام قائم نہ کرتے تو دریا کے کنارے کی ایک تنگ سی پٹی کو چھوڑ کر پورا علاقہ ریگستان ہوتا۔ لیکن مصری باشندوں نے آبپاشی کا نظام قائم کر کے نہ صرف اپنے ایک وسیع علاقے کو سرسبز و شاداب بنا لیا اور اپنی آبادی کو پھیلانے اور اس کے لئے غذائی پیداوار فراہم کرنے کے انتظامات کر لئے بلکہ تہذیب کی ترقی کے لئے ایک بہت مستحکم بنیاد قائم کر دی۔

اگرچہ جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ مصر میں ادب و فلسفہ کو کوئی

خاص ترقی نہیں ہوتی ۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہاں کسی قسم کے علوم نے ترقی نہیں کی ۔ بعض علوم میں مصر بڑی ترقی کر چکا تھا اور ان میں اسے پیشرو کی حیثیت حاصل تھی ۔ ان علوم میں دنیا کے دوسرے ملکوں اور تہذیبوں نے مصر سے رہنمائی حاصل کی ۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے مصریوں کی قوتِ عمل اور علمی قابلیت نہایت حیرت انگیز تھی ۔ چنانچہ انھوں نے جن علوم کو ترقی دی وہ بھی عملی نوعیت کے تھے ۔ ان میں ریاضیات کو نمایاں حیثیت حاصل تھی ۔ ان کی ریاضی میں ترقی کا اظہار ان علوم وفنون سے ہوتا ہے جن میں زیادہ تر ریاضی سے کام لیا جاتا ہے ۔

خود آبپاشی کے نظام کی ترقی علم ریاضی کی استعداد کی مرہونِ منت تھی ۔ ظاہر ہے کہ مصری پانی کے بہاؤ وغیرہ کے ریاضیاتی پہلوؤں سے اچھی طرح واقفیت رکھتے ہوں گے ۔ جبھی تو انہوں نے دریائے نیل سے نہریں اور نالیاں نکالنے میں کامیابی حاصل کی ۔

پھر انہوں نے علم فلکیات کو بھی بڑی ترقی دی تھی ۔ اس ضمن میں ان کی مہارت کا اندازہ اس حقیقت سے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے سورج اور زمین کی گردش کا بالکل ٹھیک ٹھیک حساب لگا لیا تھا اور آج سے ۶ ہزار سال قبل ہی انھوں نے ۳۶۵ دن کا ایک کیلنڈر بنا لیا تھا ۔ اسی کیلنڈر کو کوئی ۴۰ صدیوں بعد جولیئس سیزر نے اختیار کیا تھا اور موجودہ عیسوی کیلنڈر بھی اسی کیلنڈر

پر مبنی ہے۔

علم ریاضی کی مہارت ہی کی وجہ سے یہ لوگ اعلیٰ پیمانے کے ماہرِ تعمیرات بن گئے تھے۔ ان کی اس مہارت کا ثبوت ان کے زبردست اونچے اونچے اہرام اور مندر ہیں۔ پانچ چھ ہزار سال پہلے کی تعمیر شدہ یہ عمارتیں آج بھی قائم ہیں اور دیکھنے والوں سے خراجِ تحسین حاصل کرتی ہیں۔

اہرام مصر میں منوں وزنی پتھر اینٹوں کی طرح لگائے گئے ہیں اور دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی ہے کہ آخر اتنے بڑے بڑے پتھر اتنی بلندی پر کس طریقے اور کس ذریعے سے پہنچائے گئے۔ اہرام مصر کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مصری فنِ تعمیر کو کتنی ترقی دے چکے تھے اور میکانیات کے اصولوں میں کس قدر مہارت حاصل کر چکے تھے۔

اس کے علاوہ ان لوگوں نے مجسمہ سازی کے فن کو بھی بڑی ترقی دی تھی۔ چنانچہ ان کے اس زمانے کے بنائے ہوئے مجسمے آج بھی دنیا کے عظیم ترین مجسموں میں شمار ہوتے ہیں اور اہرام کے ساتھ ہی ساتھ ابوالہول کا مجسمہ مصری قومی علامات میں شامل ہے۔ یہ تمام مجسمے اپنی مضبوطی اپنی جسامت اور اپنی مہارت فن کے اعتبار سے بے مثال ہیں اور قدیم مصریوں کی تہذیب عظمت اور شان و شوکت کی مسلسل نشاندہی کرتے رہتے ہیں۔

قدیم مصری باشندے لکھنے کا ایک طریقہ بھی ایجاد کر چکے تھے۔ انہوں نے

تصویروں کے ذریعہ لکھنا شروع کر دیا تھا۔ اگرچہ تحریر کا یہ طریقہ بالکل ابتدائی نوعیت کا تھا لیکن انہوں نے آہستہ آہستہ اس طریقے کو بڑی ترقی دی اور آخر کار ان تصویروں کی بنیاد ہی پر ان کے حروف تہجی وجود میں آئے۔

تحریر کا طریقہ وجود میں آجانے کے بعد مصر میں مختلف علوم کو بڑی ترقی ہوئی لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے مصر میں بالعموم انہی علوم نے ترقی کی جو عملی نوعیت کے تھے۔ بہرحال مصر نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے عالم پیدا کئے۔ اس زمانے میں مصر علم کا بڑا گہوارہ تھا۔ اس کی تہذیب کی کرنیں آس پاس کے علاقوں کو منور کر رہی تھیں اور وہاں تمدن کی ترقی میں بڑا حیرت انگیز کردار ادا کر رہی تھیں

مصری تہذیب کا ایک اور بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ ان لوگوں نے حکومت کی ایک باقاعدہ تنظیم قائم کر لی تھی۔ ان کی مملکت کا سربراہ بادشاہ ہوتا تھا جسے وسیع اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ ان کی حکومت کا نظام اس قدر منظم ہو گیا تھا کہ ملک کے تمام قبیلے اور علاقے بادشاہوں کی بالادستی کو تسلیم کرتے تھے اس زمانے کے دوسرے علاقوں کے سرداروں کی طرح مصر کے حکمرانوں کا اثر بہت چھوٹے سے علاقے تک محدود نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ پورا ملک بادشاہوں کے زیر نگیں تھا اور پورے ملک میں بادشاہ کے احکام پر عمل درآمد کیا جاتا تھا۔ یہ بادشاہت اس قدر طاقتور اور مضبوط تھی کہ اس کے خلاف بغاوت کے واقعات بہت کم ملتے ہیں۔

اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ قدیم مصری باشندوں نے باقاعدہ فوج رکھنے

کا طریقہ بھی شروع کر دیا تھا۔ مصری حکمرانوں کے تحت ایک طاقتور فوج رہتی تھی جس کے سپہ سالار وہ خود ہوا کرتے تھے اور خود ہی فوج کی کمان کیا کرتے تھے. انھوں نے سپاہیوں کو باقاعدہ تربیت دینے، فوج کے مختلف عہدیدار مقرر کرنے اور فوج کے لیے رسد فراہم کرنے کا ایک باقاعدہ نظام قائم کر دیا تھا۔

مصریوں نے دوسرے میدانوں میں بھی بڑی ترقی کی تھی۔ چنانچہ ان کی عورتوں میں طرح طرح کے زیورات کا استعمال عام تھا۔ ان لوگوں نے فرنیچر کی صنعت کو بھی بڑی ترقی دی تھی اور وہ لکڑی کی میز اور کرسیاں بنانے اور استعمال کرنے لگے تھے۔ میزیں بنانے میں وہ ہاتھی دانت اور آبنوس بھی استعمال کرتے تھے.

یہ لوگ اونی اور سوتی کپڑے بنانے کے طریقے ایجاد کر چکے تھے ان کے یہاں یہ صنعت کافی ترقی کر چکی تھی قدیم مصری شیشہ بھی ایجاد کر چکے تھے اور اسے مختلف کاموں میں استعمال کرنے لگے تھے. کشتی اور جہاز تیار کرنے کے فن کو بھی ان لوگوں نے کافی ترقی دی تھی. ان کی کشتیاں اور جہاز دریائے نیل اور بحیرۂ روم میں دور دور تک سفر کیا کرتے تھے. اس کی وجہ سے مصر میں تجارت کو بڑا فروغ حاصل ہوا تھا۔

مصری تہذیب کی دو اور نمایاں ایجادیں کاغذ بنانے اور نعشوں کو حنوط کرنے کی تھیں۔ اگرچہ کاغذ کی ایجاد کا سہرا چینیوں کے سر ہے لیکن مصریوں نے بھی کاغذ بنانے میں کامیابی حاصل کر لی تھی۔ انھوں نے یہ کاغذ پیپیرس نامی پودے سے بنایا تھا جبکہ چینیوں نے کاغذ کی ایجاد میں بانس سے

کام لیا تھا۔ مصریوں کا بنایا ہوا یہ کاغذ پیلے رنگ کا ہوتا تھا۔ نعشوں کو حنوط کرکے یعنی ان پر مسالے لپیٹ کر انہیں محفوظ رکھنے کا فن مصریوں نے عروج پر پہنچا دیا تھا۔ ان کے اس فن کی اعلیٰ نوعیت کا اظہار اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ ان کی محفوظ کی ہوئی نعشیں ہزاروں سال گزر جانے کے بعد آج بھی اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں۔ مصر کے مشہور اہرام میں جو درحقیقت فراعنہ یعنی مصر کے قدیم حکمرانوں کے مقبرے ہیں۔ بہت سی حنوط شدہ نعشیں ملی ہیں۔ یہ نعشیں پتھر کے تابوتوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ ان تابوتوں کو کھولا گیا تو معلوم ہوا کہ ان میں نعش اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ مصریوں کے اس فن کا کمال یہ ہے کہ نعشوں کے چہرے صاف پہچانے جاتے ہیں اور ان نعشوں کے ساتھ فراعنہ کے لکڑی کے جو مجسمے بنا کر دفن کئے گئے تھے ان سے ان نعشوں کی شکل بالکل ملتی جلتی ہے اور دونوں میں کسی قسم کا فرق نہیں آیا ہے۔ چونکہ ان نعشوں کے پورے جسم پر پٹیاں لپیٹ دی جاتی تھیں جو اب تک لپٹی ہوئی ہیں اس لئے ان نعشوں کا صرف چہرہ ہی نظر آتا ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں پڑا ہے۔

اس سے جہاں مصریوں کے نعشوں کو حنوط کرنے کے فن کی ترقی کا اظہار ہوتا ہے وہاں قدیم مصر کے فن کاروں کی مہارت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وہ پتھروں کی طرح لکڑی کے مجسمے بھی اعلیٰ درجے کے بنانے لگے تھے۔

اس کے علاوہ مصری فن کاروں نے فن مصوری اور نقاشی کو بھی بڑی

ترقی دی تھی۔ وہ اپنی مصوری میں بڑے شوخ رنگ استعمال کرتے تھے اور اپنے مندروں کی دیواروں کو طرح طرح کی تصویروں اور دیوتاؤں کی شبیہوں سے مزیّن کرتے تھے۔

قدیم مصری دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ ان لوگوں کے بے حساب دیوی دیوتا تھے۔ ہر گاؤں اور ہر بستی کا اپنا دیوتا الگ ہوتا تھا۔ ان دیوی دیوتاؤں کی شکلیں بالعموم مختلف قسم کے جانوروں کی بنی ہوئی تھیں۔ ان کے دیوتاؤں میں ستاروں کو بھی نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ چنانچہ ان کا سب سے بڑا دیوتا سورج دیوتا تھا۔

ہر کمالے را زوالے کے مصداق مصریوں کی اتنی ترقی یافتہ تہذیب بھی آخر مٹ گئی۔ اس تہذیب کے مٹانے میں اشوریوں نے بڑا حصہ لیا۔ مصری حکومت کے زوال پر اشوریوں نے مصر پر اپنا قبضہ جمالیا۔ ان کے بعد مصر یونانیوں، اور اس کے بعد رومیوں کے قبضہ میں آگیا۔ اس طرح مصر جو ہزاروں سال تک دوسروں کو راہ دکھاتا رہا تھا دوسروں کا غلام بن گیا۔

ساتواں باب

میسوپوٹامیہ کا تمدّن

میسوپوٹامیہ موجودہ عراق کے اس علاقے کو کہا جاتا ہے جو دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان واقع ہے۔ یہ ایک بہت زرخیز علاقہ ہے اور ایک رؔوایت کے مطابق جنت عدن اسی علاقے میں واقع تھی۔ اس علاقے کی زرخیزی ہی کی وجہ سے بہت پرانے زمانے سے اِس کے آس پاس کے علاقوں کے قبیلے ہمیشہ اس پر قبضہ کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

اسی وجہ سے عہد قدیم میں یہاں بڑی لڑائیاں ہوتی رہیں اور یکے بعد دیگرے مختلف لوگ اس علاقے پر قابض ہو کر اس کی زرخیزی سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اس علاقے کے اپنے تمدّن کو پروان چڑھاتے رہے۔

یہ بتانا مشکل ہے کہ میسوپوٹامیہ کا تمدّن اور مصر کے تمدّن میں سے کون زیادہ پُرانا ہے۔ لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ مصر کی طرح میسوپوٹامیہ تمدّن کے بالکل ابتدائی گہواروں میں سے ایک ہے۔ اس علاقے میں بھی تمدّن نے قریب

قریب اتنی ہی ترقی کر لی تھی جتنی کہ مصری تمدن نے کی تھی۔

سمیری

اس علاقے میں تمدن کا آغاز سمیری باشندوں نے کیا تھا۔ یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ لوگ اس علاقے میں کہاں سے آئے تھے۔ یہ علاقہ دراصل سامی نسل کے لوگوں کا تھا اور سمیری سامی النسل نہیں تھے۔ بس اتنا معلوم ہے کہ یہ لوگ مشرق کی طرف سے آئے تھے۔

سمیری یہاں آنے سے پہلے خانہ بدوشی کی زندگی گزارتے تھے اور خیموں میں رہتے سہتے تھے۔ لیکن یہاں آنے کے بعد انہوں نے خانہ بدوشی کی زندگی ترک کر دی اور اپنی بستیاں بسا کر رہنے لگے۔

بعد میں ان لوگوں نے بڑی ترقی کی اور اب سے کوئی پانچ ہزار سال، پہلے وہ مٹی کی اینٹوں کو دھوپ میں پکا کر ان کے مکانات بنانے لگے۔ یہ لوگ نہ صرف کھیتی باڑی کرتے تھے بلکہ انھوں نے مصر کی طرح آبپاشی کا ایک عمدہ نظام بھی قائم کر لیا تھا۔ یہ لوگ جَو اور گیہوں کی کاشت کیا کرتے تھے۔

یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے بڑے ماہر تھے۔ یہ مٹی کی تختیاں اور لوحیں بنا کر اس پر خط لکھا کرتے اور پھر انہیں پکا لیا کرتے تھے۔ وہ ان لوحوں پر اپنے حالات اور واقعات کا ریکارڈ بھی رکھا کرتے تھے۔

سمیری تمدن کے جو اثرات ہمارے جدید دور تک قائم ہیں ان میں سے ایک گھنٹے کی تقسیم ہے۔ گھنٹے کو ۶۰ منٹ میں اور ایک منٹ کو ۶۰ سیکنڈ میں انہی

لوگوں نے تقسیم کیا تھا۔ اس طرح ان لوگوں کے ایجاد کردہ وقت کے اس پیمانے سے ہم لوگ ابھی تک کام لے رہے ہیں۔ ان کے گھنٹوں کو اس طرح تقسیم کرنے کا سبب یہ تھا کہ یہ لوگ ہماری طرح سو تک گنتی نہیں گنا کرتے تھے بلکہ صرف ۶۰ تک گنتے تھے۔ اس طرح انھوں نے اپنے خیال میں گھنٹوں کو اپنی گنتی کی انتہائی حد تک تقسیم کر دیا تھا۔

سامی سمیریوں کو اپنے مقبوضہ علاقے پر قبضہ قائم رکھنے کے سلسلے میں بڑی جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔ چونکہ آس پاس کے قبیلے ہمیشہ اس علاقے پر قبضہ کرنے کی فکر میں رہتے تھے اس لئے انہیں برابر جنگ و جدل میں مصروف رہنا پڑتا تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ سمیریوں کی طاقت کمزور ہوتی گئی اور آخر کار سامی نسل کے لوگوں نے سمیریوں کو ہرا کر اس علاقے پر اپنا اقتدار جمالیا۔

سامی باشندوں نے سمیریوں کے تمدن سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور ان کے تمدن کو اپنا لیا۔ سامیوں کے زمانے میں اس علاقے میں وہ تمدن پروان چڑھا جو تاریخ میں بابل کے تمدن کے نام سے مشہور ہے۔ سامیوں نے سمیریوں کے تمدن کے ساتھ فیاضی کا جو برتاؤ کیا اس کی وجہ سے تمدن کی ترقی میں بڑی مدد ملی اور سمیری اور سامی تمدن کے دھارے مل کر ایک بڑے تمدنی دھارے کی شکل اختیار کر گئے۔ چنانچہ سامیوں کے تمدن کو بڑی عظمت اور شہرت

حاصل ہے۔

سامی نسل کے لوگوں نے سب سے پہلے فنون جنگ میں ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ انھوں نے لڑائی کے دوران سر کی حفاظت کرنے کے لئے چمڑے اور تانبے کے خودوں کا استعمال شروع کیا۔ یہ انسان کا اپنی حفاظت کے لئے دھات کا پہلا استعمال تھا۔ ان لوگوں کی یہ ایجاد آج بھی ہمارے کام آرہی ہے۔ ہم لوگوں نے جنگ کے زمانے کے علاوہ اس خود کو دوسرے کاموں میں بھی استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ آگ بجھانے والا دستہ اور اس دستہ سے مدد حاصل کرنے والے لوگ ایک طرح سے ان سامی باشندوں کے رہینِ منت ہوتے ہیں جنھوں نے اسے ایجاد کیا تھا۔

سامیوں کے زمانے میں زراعت اور تجارت کو بڑی ترقی ہوئی۔ یہ لوگ طرح طرح کی فصلیں بونے لگے تھے اور ان کا سامانِ تجارت دور دور تک کے علاقوں میں پہنچنے لگا تھا۔ اس تجارت کی وجہ سے نہ صرف سامیوں کی تہذیب کے اثرات دوسرے ملکوں میں پہنچنے لگے۔ بلکہ سامی باشندے دوسرے ملکوں کی اچھی اچھی باتیں لاکر اپنے علاقے میں بھی رائج کرتے رہے۔ اس طرح سامیوں نے تمدن کے چراغ کو اتنا روشن کر لیا کہ اس کی روشنی دور دور تک کے علاقوں کی تاریکی کو دور کرنے لگی۔

سامیوں نے قانون اور حکومت کے نظام کو بڑی تقویت پہنچائی۔

ان کے زمانے میں باقاعدہ عدالتیں قائم ہوئیں جن میں مقدمات فیصل کئے جاتے تھے۔ مقدمات کے فیصلے کرتے ہوئے عدالتیں ہمیشہ انصاف کے اصول کو سامنے رکھا کرتی تھیں۔ چنانچہ ان کے زمانے میں انصاف کا ہر طرف بول بالا تھا۔

بعد میں سامی نسل کے بادشاہ حمورابی نے اس عدالتی نظام اور حکومت کی بنیاد کو اور بھی مستحکم بنایا۔ اس نے سب سے پہلے مختلف قوانین کو مرتب کرایا اور انہیں باقاعدہ تحریری شکل میں جمع کیا۔ سامیوں کا یہ ایک بڑا کارنامہ تھا جس سے تمدن نے بڑا فائدہ اٹھایا۔ سامیوں کا یہ طریقہ دوسرے علاقوں اور بعد میں آنے والے لوگوں کے لئے ایک مثال بن گیا۔

اس زمانے کے سیاسی اور معاشرتی نظام کا بھی کچھ حال ہمیں معلوم ہوا ہے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے قدیم زمانے کے کھنڈروں اور مٹی میں دفن ہو جانے والی بستیوں کی جو کھدائیاں کی ہیں ان میں مٹی کی بہت سی تختیاں ملی ہیں جنہیں، پکا لیا گیا تھا۔ ان تختیوں پر جو عبارت تحریر ہے اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ملک میں تین طبقے تھے؛ ایک اشراف کا جو حقیقت میں حکمراں طبقہ تھا، دوسرا درمیانہ طبقہ اور تیسرا طبقہ غلاموں کا تھا۔

سامی تمدن کا ایک اور بڑا کارنامہ سکے اور بینکاری کے نظام کو ترقی دینا ہے۔ اس کی وجہ سے نہ صرف تجارت کو بڑی تقویت پہنچی بلکہ دوسری سرگرمیوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔ اس کی وجہ سے سامان کی درآمد و برآمد میں بڑی

سہولت پیدا ہوگئی اور مختلف اثرات ایک علاقے سے دوسرے علاقے میں زیادہ تیزی اور آسانی کے ساتھ پھیلنے لگے۔

اشوری

پھر سامیوں کی حکومت کمزور ہوتی گئی۔ چنانچہ سامیوں کی سلطنت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ جنوبی علاقوں پر کچھ جنگلی قبائل نے قبضہ کر لیا۔ یہ لوگ بڑے وحشی تھے۔ چنانچہ انہوں نے بابل کی تہذیب کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ انھوں نے سیمری زبان کو ختم کر کے اپنی زبان کو رواج دیا جو عبرانی سے ملتی جلتی ایک سامی زبان تھی۔

یہ لوگ بڑے لڑاکو تھے اور ان کے فنِ جنگ میں ایک عجیب سی شکل کے جانور کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔ اس وقت اسے "مشرق کے گدھے" کا نام دیا گیا تھا لیکن اب ہم اسے گھوڑا کہتے ہیں۔ اس طرح اگرچہ یہ لوگ بڑے وحشی تھے لیکن انھوں نے اس علاقے کے تمدن کی ترقی میں گھوڑے کے استعمال کے ذریعہ اہم حصہ لیا۔ یہاں سے یہ جانور آہستہ آہستہ آس پاس کے علاقوں اور ملکوں میں پھیل گیا اور اس کی وجہ سے مختلف سرگرمیوں کی رفتار تیز کرنے میں بڑی مدد ملی۔ اونٹ اور گدھوں کے مقابلے میں گھوڑے کا استعمال اتنی ہی بڑی ترقی کی حیثیت رکھتا ہے جتنی بڑی ترقی گھوڑے گاڑی کے مقابلے میں دخانی انجنوں کے استعمال کی وجہ سے ہوئی تھی۔

تاہم وادی دجلہ فرات یعنی میسوپوٹامیہ کے شمالی علاقے میں جن

لوگوں کو عروج حاصل ہوا انہوں نے بابل کے سامی تمدن کو مرنے نہیں دیا۔ یہ لوگ اشوری تھے۔ اگرچہ یہ لوگ بھی بڑے جنگجو تھے تاہم انھوں نے جنوب میں برسرِ اقتدار آنے والوں کی طرح بابل کے تمدن کو بالکل پس پشت نہیں ڈالا!

اشوریوں نے سامیوں کے تمدن کی بہت سی باتوں کو اپنا لیا۔ انھوں نے بابل والوں سے تقویم لکھنے کا فن اور سنگ تراشی کی مہارت حاصل کی اور ان کو خود بھی بڑی ترقی دی۔

چونکہ اشوریوں کو اپنے ہمسایوں اور قبیلوں سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہنا پڑتا تھا اس لئے انہوں نے فنِ جنگ کو بڑی ترقی دے لی تھی۔ یہ اشوری ہی تھے جنہوں نے سب سے پہلے لوہے کے ہتھیار استعمال کئے۔ انہوں نے قلعوں کی دیواریں توڑنے کی ترکیبیں ایجاد کیں۔ اس کا طریقہ کچھ یوں تھا کہ بہت سے لوگ لکڑی کے بہت بڑے اور موٹے لٹھے کو اٹھا کر دوڑتے ہوئے جاتے تھے اور پوری طاقت سے اس کے ایک سرے کو قلعہ کی دیواروں سے ٹکراتے تھے۔ اس طرح وہ قلعہ کی مضبوط دیواروں کو توڑ کر قلعہ میں داخل ہونے کا راستہ بنا لیا کرتے تھے۔

قلعہ پر قبضہ کرنے کے اس طریقے کی وجہ سے شاید اشوریوں کو بہت جانی نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اس لئے انھوں نے

قلعہ پر قبضہ کرنے کی ایک دوسری ترکیب بھی ایجاد کرلی تھی۔ یہ لوگ حملہ آوروں کو قلعہ کی دیواروں پر پہنچانے کے لئے سیڑھیاں بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ اشوریوں نے سب سے پہلے آہن پوش فوجی دستے تیار کئے۔ اشوریوں نے محض فنونِ جنگ ہی میں ترقی نہیں کی بلکہ تمدن کے دوسرے پہلوؤں کو بھی انھوں نے عروج پر پہنچایا۔ چنانچہ انہوں نے نینوا کے مقام پر اپنا بڑا شاندار دارالحکومت تعمیر کیا تھا۔ ان لوگوں کا آرٹ بابل کے مقابلے میں زیادہ ترقی کر چکا تھا اور وہ پتھر پہ ابھری ہوئی اور کندہ کی ہوئی تصویریں بنانے لگے تھے۔ اس فن سے وہ اپنے محلات میں خوب کام لیتے تھے۔

اشوریوں نے علم و ادب کو بھی بڑی ترقی دی تھی۔ چنانچہ نینوا کے ایک پرانے محل میں مٹی کی ۲۲ ہزار تختیاں ملی ہیں۔ یہ غالباً دنیا کی پہلی لائبریری کی کتابیں ہیں۔ ان تختیوں پر مذہبی، ادبی اور سائنسی نوعیت کی تحریریں ہیں اور ان کی ایک باقاعدہ فہرست بھی موجود ہے۔

لیکن اشوریوں کی اس تمام ترقی کے باوجود یہ حقیقت ہے کہ اشوری جنگجو لوگ تھے۔ انکی یہ ترقی محض ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کی زیادہ تر توجہ نہ صرف اپنی وادی پر قبضہ جمائے رکھنے پر مرکوز رہی تھی بلکہ انکی نگاہیں آس پاس کے زرخیز علاقوں پر بھی پڑتی رہتی تھیں۔

چنانچہ ان لوگوں کو اپنے ہاتھ پیر نکالنے کا اس وقت موقع مل گیا۔

جب مصری حکومت اور ایشیائے کوچک کی حطّی سلطنت کی باہمی لڑائیوں نے ان دونوں کو کمزور بنا دیا اسوقت اشوریوں نے میسوپوٹامیہ کے علاقے سے باہر نکل کر شام پر قبضہ کر لیا۔

کلدانی

قانونِ قدرت کے مطابق آگے چل کر اس جنگجو قوم کو بھی زوال آگیا اور اب سے کوئی ڈھائی ہزار سال قبل ان کی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔ ان کی جگہ جو لوگ برسرِ اقتدار آئے وہ کلدانی تھے۔ کلدانی ایک ریگستانی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جس نے بابل پر قبضہ کر لیا تھا۔

ان لوگوں نے بابل کے دوسرے تمدّن کو پروان چڑھایا۔ انھوں نے بابل کو ازسرِ نو تعمیر کر کے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ بخت نصر کلدانیوں کا سب سے بڑا بادشاہ گزرا ہے۔ اس نے شہر کی توسیع کی اور اس کے گرد کئی دیواریں تعمیر کیں تاکہ شہر کو دشمنوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

بخت نصر کی رہنمائی میں کلدانیوں نے بڑے بڑے محلات تعمیر کئے تعمیرات کے سلسلے میں ان کا غالباً سب سے شاندار اور دلچسپ کارنامہ معلق باغات بنانے کا ہے۔ اکثر لوگوں نے ان باغات کو دنیا کے سات عجائبات میں شمار کیا ہے۔ یہ باغات بنائے تو زمین پر ہی گئے تھے لیکن انھیں تلے اوپر تختوں میں اس طرح بنایا گیا تھا کہ وہ دور سے معلق نظر آتے تھے۔

کلدانیوں کے زمانے میں بھی تمدن کو بڑی ترقی ہوئی۔ انھوں نے تجارت، صنعت، ادب اور آرٹ کو بڑی ترقی دی لیکن فلکیات میں ان کی ترقی حیرت انگیز تھی۔ انھوں نے آسمان اور ستاروں کا ایک نقشہ بنایا تھا۔ اور آسمان کو بارہ برجوں میں تقسیم کیا تھا۔ برجوں کی یہ تقسیم آج تک قائم ہے۔ اس کے علاوہ وہ ہمارے آفتاب کے گرد گردش کرنے والے پانچ سیاروں یعنی مشتری، مریخ، زہرہ، عطارد اور زحل سے بھی واقف ہو چکے تھے۔ ہمارے نظامِ شمسی میں یہی پانچ سیارے ایسے ہیں جنھیں آلات کے بغیر دیکھا جاسکتا ہے۔

کلدانیوں نے فنِ تعمیر میں جو نمایاں کارنامے انجام دیئے ان میں سے ایک محراب کو ترقی دینا ہے۔ انھوں نے جو بڑے بڑے محل بنائے ان میں انہوں نے محرابوں سے خوب کام لیا۔ انھوں نے فنِ تعمیر میں ایک اور ایجاد یہ کی کہ اپنی عمارتوں، محلوں اور قلعوں کی تعمیر کرسی بنا کر کی۔ انھوں نے ستونوں کو بھی رواج دیا۔ جنہیں وہ طرح طرح کے نقش و نگار سے مزین کرتے تھے۔

غرض کلدانیوں کا بابل خوش حالی اور آرٹ کا بڑا مرکز بن گیا تھا انھوں نے علم کو پھیلانے میں بڑا حصہ لیا۔ چنانچہ بابل میں تعلیم کا سلسلہ عام طور پر شروع ہو گیا تھا۔ شہر میں متعدد اسکول تھے جہاں علوم و فنون کی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔

آٹھواں باب

دوسرے تمدّن

انڈو یوروپی دور

غرض مصر اور میسوپوٹامیہ کے ابتدائی تمدّن کے بعد سے کلدانیوں کے زمانے تک تین چار ہزار سال کی مدت میں تمدّن نے کافی ترقّی کی۔ اس عرصے میں تمدّن کا کارواں کہیں سے کہیں جا پہنچا لیکن اس ترقّی میں اور بھی بہت سے لوگوں نے حصہ لیا تھا۔ اس درمیانی مدت میں دوسرے مختلف علاقوں میں بھی تمدن نے ترقّی کی اور وہ اپنے آس پاس کے علاقوں کی تمدّنی ترقّی کو متاثر بھی کرتی رہی اور خود اس سے بھی متاثر ہوتی رہی۔

اس قسم کے علاقوں میں یونان اور ایشیائے کوچک کے درمیان کا علاقہ بھی شامل ہے جو ایجیئن کا علاقہ کہلاتا ہے اور بحیرۂ روم کا چھوٹا سا جزیرہ کریٹ بھی شامل ہے۔

ان دونوں علاقوں کا تمدّن اس لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے

کہ اس نے مصر اور ایشیا کے علوم و فنون کو یونان اور پھر یورپ تک پہنچانے کا راستہ ہموار کیا۔ کریٹ میں کھدائی کے بعد جو آثار برآمد ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں تقریباً ۵ ہزار سال قبل کتنے اعلیٰ تمدن نے ترقی کی تھی. چنانچہ وہاں سے بڑے بڑے قلعوں کے آثار نکلے ہیں .

اندازہ ہے ایجیئین کے علاقے میں ڈیڑھ ہزار سال تک تمدن کا دور دورہ رہا۔ ایک خیال یہ ہے کہ یہ لوگ شمالی یورپ کے گھاس کے میدانوں سے ترکِ وطن کرکے بہتر زندگی کی تلاش میں نکلنے والے لوگوں کی بالکل ابتدائی نسلوں سے تعلق رکھتے تھے اور یہ وہی لوگ تھے جن کی بعد کی نسلیں ایران اور برصغیر تک پھیل گئیں. اور آریاؤں کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ لوگ بڑے جنگجو تھے۔ ان کے ہتھیار بڑے شاندار اور اعلیٰ درجے کے ہوتے تھے۔ انہوں نے نہ صرف کپڑے کی صنعت کو ترقی دی تھی بلکہ انھوں نے لباس کو بھی بڑی ترقی دی تھی اور وہ بڑے شاندار کپڑے پہنا کرتے تھے. ان کے زیورات بڑے خوبصورت ہوتے تھے اور ان کا دھات کا کام بڑا اعلیٰ درجے کا ہوتا تھا۔

یہ لوگ سونا اور کانسہ استعمال کرتے تھے اور ان سے طرح طرح کی چیزیں بناتے تھے۔ ان کے یہاں برتن سازی اور نقاشی کے فنون نے بھی بڑی ترقی کی تھی. ان میں سے کچھ لوگ لوہے کا استعمال بھی سیکھ چکے تھے۔ یہ

لوگ گھوڑے، مویشی بھیڑیں پالتے تھے اور سادہ سی زراعت کرتے تھے۔ وہ ہل اور پہیوں والی گاڑیاں استعمال کرتے تھے۔

یہ لوگ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ حملے کیا کرتے تھے اس کی وجہ سے جو علاقہ بھی ان کے راستے میں آتا تھا اس پر ان کا قبضہ ہو جاتا تھا۔ اسی نسل کے لوگوں نے ایران کی عظیم سلطنت اور پھر مقدونیہ اور اس کے بعد روم کی سلطنتیں قائم کیں۔

تمدنی اعتبار سے ان لوگوں کی بڑی اہمیت ان کی زبان کی وجہ سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی لسانی قوتیں بڑی ترقی یافتہ تھیں۔ چنانچہ کیلٹ، ٹیوٹونک، سلاوی، لاطینی، یونانی، ارمنی، ایرانی اور سنسکرت انہی لوگوں کی زبانیں ہیں۔ یہ لوگ جس علاقے میں پہنچے وہاں ان کی زبان کا سکہ چلنے لگا۔

فنیقی

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لکھنے پڑھنے کے زیادہ قائل نہیں تھے اس لئے ان کی مختلف زبانوں میں عرصے تک لکھنے کا رواج نہیں ہوا۔ ان کی اس کمی کو پورا کرنے میں فنیقیوں نے بڑا اہم حصہ لیا۔

فنیقی دراصل سمندری مہم بازوں کی ایک قوم تھی۔ یہ لوگ بڑے زبردست ملاح اور نوآبادکار تھے اور ان کی نوآبادیاں پورے بحیرۂ روم

میں ہسپانیہ تک پھیلی ہوئی تھیں۔

ماہروں کا خیال ہے کہ انہی لوگوں نے یورپ کے جدید حروف تہجی ایجاد کیے تھے۔ ان لوگوں نے تحریر کے فن کو بڑی ترقی دی تھی۔ ان لوگوں نے مختلف علاقوں کے تمدنوں سے دنیا کے مختلف حصوں کو روشناس کرانے میں بڑا اہم حصہ لیا۔

یہ لوگ تجارت کا مال لے کر مہذب دنیا کے مختلف حصوں میں گھوما کرتے تھے اور ایک علاقے کی تمدنی چیزوں اور متمدن طریقوں سے دوسرے علاقوں کے لوگوں کو روشناس کرایا کرتے تھے۔

ان کا مرکز کار تھیبج تھا لیکن روم میں مسیحی دور شروع ہونے سے کچھ عرصہ قبل کار تھیبج تباہ ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی فنیقیوں کا زور بھی ٹوٹ گیا اور وہ گمنامی کا شکار ہو گئے۔

چین اور ہندوستان

اس دوران میں اِدھر چین میں تہذیب ترقی کر رہی تھی۔ چین میں اس وقت کم سے کم ایک ہزار سال قبل مسیح سے اب تک یعنی تقریباً تین ہزار سال کا ادبی ذخیرہ موجود ہے۔

اس کا غالباً سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اہل چین نے بہت عرصہ قبل کاغذ ایجاد کر لیا تھا۔ اگرچہ ان کے طرزِ تحریر نے کچھ زیادہ ترقی نہیں کی

لیکن کاغذ کا استعمال شروع ہو جانے کی وجہ سے ان کی زبان و ادب کو بڑی ترقی حاصل ہوئی۔

زبان و ادب کے علاوہ موسیقی اور تھیٹر کا بھی ان کے یہاں قدیم زمانے سے رواج ہے۔ فنونِ لطیفہ کی ترقی کے علاوہ یہ لوگ طب اور زراعت کو بھی سائنسی بنیاد پر عرصہ دراز سے ترقی دیتے رہے ہیں۔

چین کے قدیم باشندوں نے تمدن کو جن بنیادوں پر ترقی دی۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ کنبے اور گاؤں سے وفاداری کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ ان کے یہاں فرد کی اہمیت زیادہ نہیں تھی۔ ذات پر جماعت کو ہمیشہ فوقیت دی جاتی تھی۔

چین کا معاشرہ جمہوریت پر مبنی تھا۔ وہاں تمام انسان برابر سمجھے جاتے تھے اور ذات پات کی کوئی تقسیم نہیں تھی۔ اس کا سبب غالباً یہ تھا کہ چین میں عرصہ دراز سے ایسے خدا ترس لوگ پیدا ہوتے رہے جنہوں نے ظلم اور زبردستی کے خلاف ہمیشہ پرچار کیا اور لوگوں کو مل جل کر رہنے کی تعلیم دی۔ چونکہ ان بزرگ فلسفیوں کی تعلیمات کو محفوظ رکھنے کا ذریعہ کاغذ کی شکل میں موجود تھا اس لئے ان میں انسان کی برتری اور کمتری کے رجحانات پیدا ہونے نہیں پائے اور اگر پیدا ہوئے تو کبھی پنپنے نہیں پائے چین کے مختلف مذہبوں نے اس طرزِ فکر کو اور بھی تقویت پہنچائی۔

اس کے برعکس ہندوستان میں شروع ہی سے ذات پات کی تفریق رہی۔ ان لوگوں نے اپنے معاشرے کی بنیاد ذات پات پر رکھی اور اس پر بڑی سختی سے عمل کیا۔ چنانچہ ہندو معاشرے میں ہمیشہ برہمنوں کو سب سے اعلےٰ حیثیت حاصل رہی۔ ان کے بعد چھتریوں اور ویشوں کا نمبر تھا۔ شودروں کی حیثیت سب سے گری ہوئی تھی بلکہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ ان کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔

ہندو معاشرے کے اصولوں اور قاعدوں کے مطابق کوئی شخص اپنی ذات تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جس ذات میں پیدا ہوا ہو اس سے نکلنے اور اپنی حیثیت کو معاشرے میں بہتر بنانے کی اہلیت سے محروم رہتا تھا چاہے عملی اعتبار سے وہ کتنی ہی اعلیٰ حیثیت اختیار کر لے اور کتنے اچھے کام کرنے لگے۔

ہندوستان میں موسیقی اور ناٹک کو زمانۂ قدیم سے اہمیت حاصل ہے۔ انہوں نے بعض علوم کو بھی خوب ترقی دی مثلاً نجوم، جوتش وغیرہ۔ اس وقت سے ہندسے کی بڑی اہمیت ہے اور اسکے بغیر علم حساب نامکمل رہتا۔ اس کی ایجاد ہندوستانی عالموں ہی کا کارنامہ ہے۔

ہندو مختلف دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے اور انہیں برہما یعنی سب کے پیدا کرنے والے کا ماتحت مانتے تھے۔ انہوں نے ادب اور ڈرامے نے بھی بڑی ترقی کی اور انہیں عروج تک پہنچایا۔

نواں باب

یونانی تمدّن

۱۵۰۰ قبل مسیح یعنی اب سے کوئی ۳½ ہزار سال قبل یونانیوں میں حرکت پیدا ہوئی۔ یہ لوگ کریٹ اور ایجیٹن کے علاقے کے رہنے والوں کے تمدنوں سے برابر متاثر ہو رہے تھے اور آہستہ آہستہ وسط یورپ کی بربیت سے لے کر کریٹ اور مصر تک کے تمدّن کا راستہ طے کر رہے تھے۔ انہوں نے کئی صدیوں میں یہ فاصلہ طے کیا۔ ان کے تمدّن کی ترقی سے ایک نئی تہذیب وجود میں آئی۔ پھر اس کی ترقی شروع ہوئی۔ اور کوئی ۵۰۰ ق م میں جا کر یہ تہذیب اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گئی۔

اس وقت تک انسان باقاعدگی کے ساتھ فصلوں پر گزر اوقات کرنے لگا تھا۔ وہ لوگ سمندری سفر اور تجارت کرنے لگے تھے۔ مختلف ملکوں میں باقاعدہ فوجی نظام قائم ہو گئے تھے۔ حکومت کا کام کافی ترقی کر چکا تھا چین میں تاؤ اور کنفیوشس کے مذاہب، ایران میں زردشت (زرتشت)

کا مذہب، ہندوستان میں ہندو اور بدھ مذہب اور مشرقِ وسطیٰ میں یہودی مذہب فروغ حاصل کر چکے تھے۔

اِن مذاہب کی تعلیم نے تمدنوں کو نئے رنگ ڈھنگ دیئے تھے پھر اس وقت تک انسان سکّوں کا استعمال سیکھ چکا تھا اور لکھنے پڑھنے کے فن، کانسے اور لوہے کے استعمال کو بڑی ترقی دے چکا تھا، سمندری جہاز اور لوہے کی تلواریں ایجاد کر چکا تھا، گھوڑے کو پال کر اسے کام میں لا رہا تھا۔ اور مختلف قسم کی دستکاریوں کو بڑی ترقی دے چکا تھا۔

جب یونانیوں کی تہذیب کا آغاز ہوا اس وقت مادّی طور پر انسان بڑی ترقی کر چکا تھا۔ اس لئے یہ بات تعجب خیز نہیں ہے کہ یونانیوں کا تمدن انسان کی ذہنی نشوونما کی تہذیب تھی، چنانچہ ان کی قوت تخیل نے جو کارنامے سرانجام دیئے وہ ابھی تک تازہ ہیں۔ ان کے ادب کی عظمت ابھی تک ماند نہیں پڑی ہے اور ان کا آرٹ ابھی تک نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

جمہوریت اور ذہنی آزادی سے متعلق یونانیوں کا تصور ایک ایسا مطمحِ نظر ہے جس کے حصول کی انسان آج بھی کوشش کر رہا ہے۔ اسی لئے یونانیوں نے منطق کو اپنا مشعل راہ بنایا۔ وہ اپنی تمام سرگرمیوں میں منطق اور عقل سے کام لیتے تھے۔ اسی لئے وہ زیادہ مبالغے سے کام نہیں لیتے تھے اور مایوس ہونا بھی نہ جانتے تھے۔ وہ جسم اور ذہن کی متوازن زندگی پر

یقین رکھتے تھے اور اسی قسم کی زندگی گزارنے کی کوشش کرتے تھے۔

انھوں نے ادب، شاعری اور فلسفہ کو بڑی ترقی دی۔ ان میدانوں میں ان کی ترقی کا یہ حال تھا کہ ادب پاروں کو ابھی تک دنیا کے ادبیات عالیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ یونانیوں کے فلسفۂ حیات نے انسانی سوچ بچار کے سوتے کھول دیئے اور عرصۂ دراز تک انسان ان کے خیالات سے متاثر ہوتا رہا۔ ان کی حکمت کی باتیں اب بھی موجودہ تمدن کے لئے مشعل راہ کا کام دے رہی ہیں۔

یونانیوں نے تاریخ کو بڑی باقاعدگی کے ساتھ ترتیب دینا شروع کیا یہ ایک بڑا مفید کام تھا جو انہوں نے شروع کیا۔ اس کی وجہ سے نہ صرف آنے والوں کو گزشتہ زمانے کے لوگوں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوئی بلکہ یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ انہیں کس قسم کے مسائل کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ان مسائل کو انھوں نے کس طرح حل کیا تھا۔

پھر یونانیوں نے سائنس کے باقاعدگی کے ساتھ مطالعہ کو بھی رواج دیا۔ چنانچہ فلکیات کا فہم ان لوگوں نے اتنا حاصل کر لیا تھا کہ وہ سورج گرہن کے بارے میں پیشین گوئی کرنے لگے تھے۔ اگرچہ یونانیوں نے بہت سی بنیادی باتیں پہلے کے تمدن سے سیکھیں لیکن انھوں نے ان میں ایک خاص ترتیب ایک خاص نظم پیدا کر کے میراث انسانی میں بے مثل اضافہ کیا۔ انھوں نے

علم ہندسہ کو بحیثیت علم کے بڑی ترقی دی۔ اس طرح ان کی تہذیب میں سائنسی علوم کا ایک خاص انداز قائم ہونا شروع ہوگیا تھا۔

یونانیوں میں شہری مملکتوں کا رواج تھا۔ لیکن ان مملکتوں کے درمیان کسی قسم کا سیاسی اتحاد نہیں تھا۔ مذہب، زبان، ادب، رسم و رواج مذہبی تہوار مشترک ہونے کے باوجود وہ سیاسی طور پر بالکل متحد نہیں تھے۔ یہاں تک کہ بیرونی حملوں کی صورت میں بھی انہیں متحدہ کارروائی کرنے کے لئے آمادہ کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی تھی۔

اولمپک کھیل اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ اس زمانے میں ان کھیلوں میں یونان کی تمام شہری مملکتوں کے کھلاڑی حصّہ لیا کرتے تھے اور اس موقع پر بڑا جشن منایا جاتا تھا۔ اس زمانے میں جو اولمپک کھیل ہر چوتھے سال ہوتے ہیں اور جن میں دنیا کے تمام ملکوں کے کھلاڑی حصّہ لیتے ہیں ان کی بنا یونانیوں ہی نے ڈالی تھی۔ قدیم یونانی باشندے جن جذبات کے ساتھ ان کھیلوں میں حصّہ لیتے ہیں اسی جذبے کا مظاہرہ کرنے کی اب بھی کوشش کی جاتی ہے۔

جہاں تک اس زمانے کے یونانیوں کے معاشرتی حالات کا تعلق ہے ان کے یہاں غلامی کا رواج تھا۔ غلاموں کو شہری حقوق حاصل نہیں تھے۔ شہر کی فتح کے بعد اس کے باشندوں کو غلاموں کی طرح فروخت

کر دیا جاتا تھا۔ پھر یہ غلام ہی ان کا تمام کام سر انجام دیا کرتے تھے اور ان کے آقا یکسوئی کے ساتھ ذہنی کام سر انجام دیا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی ذہنی صلاحیتوں کو بڑی ترقی ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی آبادی کے تناسب سے ان کے یہاں غلاموں کی تعداد ۴۰ تا ۸۰ فیصدی تھی۔

ان کی ذہنی ترقی کی ایک اور وجہ دولت کی افراط تھی۔ فتوحات، تجارت اور محصولات کی آمدنی سے ان کے یہاں دولت کی بڑی فراوانی ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان کے یہاں آرٹ کی بڑی حوصلہ افزائی ہونے لگی۔ نقاشوں اور سنگتراشوں کی خوب سرپرستی کی جاتی تھی۔ چنانچہ اس زمانے میں فنکاروں کو بڑا عروج حاصل ہوا۔

۶۲۱ء ق م میں یونانیوں نے روایتی قوانین کی بنیاد پر قوانین کو تحریری طور پر ترتیب دیا۔ اسی زمانے میں ایتھنز کی سلطنت وجود میں آئی اس نے ایک طاقتور جنگی بیڑہ ترتیب دیا اور اپنے ملک کی حفاظت میں کئی لڑائیاں بھی لڑیں۔

یونانیوں کی روزمرہ کی زندگی کے حالات کچھ اس نوعیت کے تھے کہ وہ دھوپ میں خشک شدہ اینٹوں کے مکانات بناتے تھے۔ یہ مکانات بالعموم دو منزلہ ہوتے تھے۔ مکانوں میں چمنیاں وغیرہ نہیں ہوتی تھیں۔ جس کی وجہ سے دھواں گھروں میں بھر جایا کرتا تھا۔ پہلی منزل میں کوئی

کھڑکیاں وغیرہ نہیں رکھی جاتی تھیں لیکن دوسری منزل پر ایک دو کھڑکیاں ہوتی تھیں جو سڑکوں کی جانب کھلتی تھیں۔ ان کے مکان سڑکوں کے دونوں جانب بنے ہوتے تھے۔ ان لوگوں میں ایک خرابی یہ تھی کہ یہ لوگ اپنی سڑکوں کو زیادہ صاف ستھرا نہیں رکھتے تھے اور گھر کا کوڑا کرکٹ اپنی سڑکوں پر ہی پھینک دیا کرتے تھے۔ ان مکانوں کے بیچ میں ایک کشادہ صحن ہوتا تھا۔ جیسا کہ مشرقی ملکوں میں ہوتا ہے۔ ان کے گھروں میں زنانہ اور مردانہ حصے الگ الگ ہوتے تھے۔

یہ لوگ دن میں دو بار کھانا کھاتے تھے، شراب بھی پیتے تھے اور پھلوں کے رس کا استعمال کثرت سے کیا کرتے تھے، مچھلی کا استعمال عام تھا اور زیتون اور اس کا تیل بھی بہت استعمال کرتے تھے۔ اسی طرح شہد کو شکر کی طرح استعمال کرتے تھے، پنیر بھی خوب کھایا جاتا تھا لیکن یہ لوگ مکھن کے استعمال سے ناواقف تھے۔ یونانی اپنا زیادہ تر وقت گھروں سے باہر گزارا کرتے تھے۔ یہ لوگ یا تو کھیل کود میں حصے لیتے تھے اور یا پھر سیاسیات اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھایا کرتے تھے۔ عدالتوں کے ججوں کو روزانہ تنخواہ دی جاتی تھی۔ عورتیں گھروں میں رہتی تھیں۔ وہ گھر کے کام سرانجام دیا کرتیں اور اون کات کات کر اس کے کپڑے بنا کرتیں۔ وہ اپنے شوہروں کے دوستوں کی دعوتوں میں میزبانی کے فرائض سرانجام نہیں دیا کرتی تھیں اور اس طرح

وہ مردوں سے بالکل الگ تھلگ زندگی گزارا کرتی تھیں۔

اگرچہ بعد میں رومیوں نے اس تہذیب کو تباہ کردیا اور بڑی حد تک اس کا نام ونشان بھی مٹا دیا۔ لیکن عربوں نے اپنے عروج کے زمانے میں اس تمدّن کو پھر زندہ کیا اور دنیا بھر کو اس کی خوبیوں سے آگاہ کرکے اسے دائمی طور پر زندہ جاوید بنا دیا۔

دسواں باب

عربوں کا تمدّن

یونانیوں کی تہذیب کی تباہی کے بعد یونان اور بحیرۂ روم کے دوسرے مہذّب علاقے رومیوں کے ماتحت آگئے۔ رومی یونانیوں سے بہت مختلف تھے۔ یونانی قوتِ تخیّل کے دلدادہ تھے اور رومی قوتِ عمل کے مالک۔ یہ لوگ بڑے اچھے معمار تھے چنانچہ انھوں نے بہت سی شاندار عمارتیں بنائیں۔ اس کے علاوہ رومیوں نے قانون کو ترقی دینے کا ایک بڑا کارنامہ انجام دیا۔ ان کے اس کام کا بعد کے مسیحی یورپ میں قائم ہونے والے قانونی نظاموں پر بہت اثر پڑا۔

رومیوں کے زوال کے بعد یورپ میں تہذیب کی شمع گُل سی ہوگئی۔ اس کی وجہ سے یورپ میں ازمنۂ وسطیٰ یعنی ۱۰۰۰ء تک ظلمت کا اندھیرا پھیلا رہا۔ لیکن یونان اور روم کی تہذیب کو عربوں نے بالکل معدوم ہونے سے بچالیا۔

عربوں نے اسلام سے متاثر ہونے کے بعد ایک نئے تمدن کو پروان چڑھایا۔ اسلام اور اس کا تمدن اپنے جاندار اصولوں اور ولولہ انگیز تعلیمات کی وجہ سے ایک صدی کے اندر سندھ سے لے کر اوقیانوس اور ہسپانیہ تک اور چین کی سرحد سے لے کر مصر تک پھیل گیا۔

اس کی وجہ سے عربوں کی زندگی ان علاقوں میں پھیل گئی۔ جن پر کسی زمانے میں یونانی تہذیب کا اثر تھا۔ عرب فاتحین نے اپنے زیر نگیں علاقوں میں اپنی زبان اور اپنے مذہب کے ساتھ ساتھ اپنی شاعری کے شوق کو پھیلا دیا اور اس کے بدلے میں انھوں نے دوسرے تمدنوں سے حکومت قانون، سائنس، فلسفہ، زراعت، تجارت اور آرٹ کے اصول لئے اور انہیں محفوظ کر لیا۔ انھوں نے یونانی علوم کے خزانوں سے پورا پورا فائدہ اٹھایا اور انہیں نہ صرف معدوم ہونے سے بچا لیا بلکہ خود بھی انہیں خوب ترقی دی۔

چنانچہ یونانیوں نے مثبت علوم کو ترقی دینے کا جو سلسلہ شروع کیا تھا۔ عربوں نے ان تمام علوم کو یونانی سے عربی زبان میں منتقل کیا اور پھر انھیں برابر ترقی دیتے رہے۔ عربوں نے یونان کے علاوہ ہندوستان کی علمی ترقی سے بھی بڑا فائدہ اٹھایا اور ہندوستان کی علم ریاضی کی ترقی کو اور فروغ دیا۔ چنانچہ

مغرب میں جن اعداد کو عربی اعداد کہا جاتا ہے وہ دراصل اپنی ابتدائی شکل میں ہندوستان ہی سے آئے تھے اور عربوں نے انہیں آخری شکل دی تھی۔

عربوں نے دوسروں سے استفادہ کرنے کے علاوہ خود بھی علمی ترقی میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ چنانچہ الجبرا کا علم عربوں ہی کی ایجاد ہے۔ ان کے اس علم سے اس وقت تمام دنیا استفادہ کر رہی ہے۔ ان لوگوں نے علم مثلث، طبیعیات کیمیا، فلکیات اور طب میں گرانقدر اضافے کئے۔ انھوں نے کاغذ بنانے کا فن چینیوں سے سیکھ کر یوروپی باشندوں کو سکھایا۔

عربوں نے مذہبی تعلیم کے مدرسوں کی بنیاد ڈالی جن میں مذہبی علوم کے علاوہ دوسرے سائنسی اور ادبی علوم کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ اس طرح عرب علاقوں میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں جن میں مشرق اور مغرب کے دور دور کے ملکوں سے طالب علم پڑھنے آتے تھے۔

جب ہسپانیہ پر شمالی افریقہ کے مسلمان باشندوں

کا قبضہ ہوا تو انھوں نے وہاں کی اسلامی مملکت کے بڑے شہروں قرطبہ اور غرناطہ کو مشرقی اسلامی دنیا کے بڑے شہروں بغداد دمشق اور قاہرہ کا ہم رتبہ بنادیا اور وہاں کی یونیورسٹیاں یورپ کے لئے تہذیبی گہوارہ کا کام دینے لگیں۔

اسلام لانے سے قبل عربوں میں شاعری کو چھوڑ کر دوسرے علوم وفنون کا چرچا بہت کم تھا۔ یہ لوگ بڑی پس ماندہ زندگی گزارتے تھے۔ لیکن اسلام نے ان میں ایک ایسی روح پھونک دی کہ وہ تھوڑے ہی عرصہ میں مادّی اور علمی اعتبار سے دنیا میں سب سے آگے نکل گئے اور ایک ایسے زمانے میں جبکہ تمام تہذیبیں زوال کا شکار ہو چکی تھیں اور یہ اندیشہ پیدا ہوگیا تھا کہ دنیا ایک بار پھر ظلمت کا شکار ہو جائے گی۔ انھوں نے تہذیب کے سوتوں کو خشک ہونے سے بچالیا اور دوسرے تمدّنوں کے چشموں کو جو امتدادِ زمانہ سے بند ہوگئے تھے پھر سے جاری کیا۔

یہ عربوں اور مسلمانوں کا انسانیت پر بڑا احسان

ہے کہ انھوں نے تہذیب کے دوسرے تمام چراغوں کے گل ہو جانے کے باوجود بروقت ایک ایسی مشعل روشن کی جس نے کہیں اندھیرا پھیلنے نہیں دیا۔ ماہروں کا خیال ہے کہ اگر عربوں کے تمدن کو اس زمانے میں عروج حاصل نہ ہوتا تو بہت ممکن تھا کہ تھوڑے عرصے بعد مختلف علاقوں کے وہ تمدنی دھارے خشک ہو جاتے جو آہستہ آہستہ انحطاط کا شکار ہو رہے تھے اور انسان آہستہ آہستہ پھر اسی وحشت اور بربریت کے دور میں واپس لوٹ جاتا۔ جہاں سے وہ اتنی طویل راہ طے کرکے آیا تھا۔

بہر حال وہ زمانہ انسان کے لئے بڑا نازک نوعیت کا تھا اور بنی نوع انسان پر عربوں کا یہ احسان ہے کہ انھوں نے ایسے آڑے وقت میں اسے سہارا دیا۔ انھوں نے اپنے ماتحت تمام علاقوں میں علم اور تہذیب کے بڑے بڑے مرکز یعنی روشنی کے بڑے بڑے مینار قائم کر دیئے۔ جن کی روشنی میں انسانیت کی ترقی کا کارواں آگے بڑھتا رہا۔

عربوں اور مسلمانوں نے ہر قسم کے علوم کو بڑی ترقی دی اور پرانے علوم وفنون میں از سرِ نو جان ڈالی اور خود بھی نئے علوم وفنون کی بنیاد رکھی ۔ غرض انہوں نے تمدن کے چراغ کو روشن رکھا جس سے بعد میں دوسرے علاقوں کے لوگوں نے اپنے تمدن کے ایوان روشن کیے۔

اسلام کی تعلیمات کے زیر اثر عربوں نے معاشرتی انصاف پر بڑی توجہ دی اور ایک ایسا نظام قائم کر دیا جس میں معاشرتی جبر واستبداد کا خاتمہ ہو گیا ۔ انھوں نے ظالم کے خلاف مظلوموں کی حمایت کی ۔

انھوں نے انسانی مساوات کا سبق ساری دنیا کو پڑھایا اور کہا کہ انسان انسان سب برابر ہیں ۔ ان میں پیدائش کی بنیاد پر کوئی چھوٹائی بڑائی نہیں ہے صرف انسان کے اپنے عمل اسے چھوٹا یا بڑا بناتے ہیں ۔ یہ سبق بنی نوع انسان کی یکجہتی کو ایک بار پھر عملی شکل دینے کے لئے ایک اہم سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اسلام نے ایک خدا کی عبادت کرنے کی تعلیم دی جو تمام انسانوں میں اتحاد پیدا کرنے اور تمام انسانوں کو ایک لڑی میں پروتے والا اصول ہے اور اس کو مان کر اور اس اصول کے تقاضوں کو پورا کر کے عربوں اور مسلمانوں نے بڑے کارنامے انجام دیئے ۔

اسلام نے علم حاصل کرنے کی اہمیت پر بھی بہت زور دیا جس کے

زیرِ اثر عربوں اور مسلمانوں نے ہر طرح کے علوم کی سرپرستی کی۔ اس کے علاوہ اسلام نے ہمسایوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے اور سب لوگوں کے ساتھ نیکی اور ہمدردی کا رویہ رکھنے اور سچائی اور پاکیزگی اختیار کرنے اور فسق و فجور سے بچنے وغیرہ جیسے اہم اصولوں کی بھی تعلیم دی۔

یہ تمام اصول ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس طرح اسلام کی تعلیمات کے زیرِ اثر عربوں نے ایک ترقی پذیر نیک اور جاندار معاشرے کے بنیادی اصول مرتب کر دیئے اور ان پر عمل کر کے ایک ایسا معاشرہ تشکیل کر کے بھی دکھا دیا۔

آگے چل کر دوسرے تمدنوں نے ان اصولوں سے بہت فائدہ اٹھایا اور اپنے معاشروں کی بنیاد رکھنے میں انھوں نے اپنے اصولوں سے بڑا کام لیا۔

اس طرح اسلام کے زیرِ اثر عربوں نے انسانی ترقی کے لیے تمام ضروری علوم و فنون کو ترقی دینے کے علاوہ وہ اصول بھی وضع کر دیئے۔ جن کی بنیاد پر ایک عالمگیر معاشرہ اور ایک عالمگیر تہذیب پروان چڑھ سکتی ہے۔

گیارھواں باب

موجودہ دور کا آغاز

اس طرح انسان نے آہستہ آہستہ مادی، ذہنی، معاشرتی اور معاشی طور پر بڑی ترقی کر لی اور علمی ترقی کی مدد سے اس نے اپنی اس تمام ترقی کو بہت مستحکم بنا لیا اور ایک ایسی بنیاد قائم ہو گئی جس پر تمدن تیزی کے ساتھ آگے بڑھ سکے۔

تقریباً ۵۰۰ سال قبل چار واقعات ایسے پیش آئے جن سے تمدن کی تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کا راستہ ہموار ہو گیا۔ اس وقت کپاس، چھاپہ خانہ ایجاد ہوا اور یہ بات دریافت ہوئی کہ زمین آفتاب کے گرد گردش کرتی ہے اور آفتاب زمین کے گرد نہیں گھومتا ہے۔ اس سے پیشتر چین میں بارود ایجاد ہو چکی تھی اور اس کا استعمال چنگیز خانی فوجوں کے ذریعہ چین کے باہر کے اور علاقوں تک پہنچ گیا۔ بارود کی ایجاد نے طریق جنگ میں انقلاب برپا کر دیا۔ اس کی مدد سے چھوٹے چھوٹے

ملک اور چھوٹی چھوٹی فوجیں بڑے بڑے ملکوں کی بڑی بڑی فوجوں کا جو اس ہتھیار سے آراستہ نہیں ہوتی تھیں۔ نہ صرف مقابلہ کرنے لگیں بلکہ انھیں شکست بھی دینے لگیں۔

بارود کی ایجاد سے توپ، بندوق اور پستول جیسے ہتھیار ایجاد ہوئے اور انسان کو ایک نئی طاقت حاصل ہو گئی۔ پھر بارود کو تعمیری کاموں میں بھی استعمال کیا جانے لگا اور نہروں اور سڑکوں وغیرہ کی تعمیر کے سلسلے میں زمین اور پہاڑوں کو اڑانے کا کام بارود سے لیا جانے لگا۔

کمپاس کی ایجاد نے سمندری سفر میں بڑی سہولت پیدا کر دی اور انسان کے زیادہ اعتماد کے ساتھ جہازوں پر انجانے سمندروں میں دھاوے مارنے لگا اور اپنی دنیا کے گوشے گوشے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگا۔ کمپاس کی ایجاد ہی کے بعد دنیا کے دوسرے حصے کے لوگوں کو امریکہ کے وجود کا علم ہوا اور اس طرح انسانی معلومات میں زبردست اضافہ ہونے لگا۔ اسی طرح جہازوں کی وجہ سے دنیا کے مختلف ملکوں کے بارے میں بڑی معلومات حاصل ہوئیں اور دنیا کے تمام ملکوں کے ایک دوسرے سے قریب آنے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

چھاپہ خانے کی ایجاد نے نہ صرف عام آدمیوں کے لئے علم کے دروازے کھول دیئے۔ بلکہ چھاپے خانوں کی ایجاد نے نہ صرف علم کی ترقی میں بڑا

حصہ لیا؛ اور انکی وجہ سے اخبارات بھی وجود میں آئے جنہوں نے بعد کی ترقیوں کی مدد سے دنیا بھر کے لوگوں کو دنیا بھر کے حالات اور واقعات سے آگاہ کرنا شروع کردیا اور اس طرح تمام دنیا کے لوگ ایک دوسرے سے واقف ہونے لگے۔ یہ واقفیت انہیں ایک دوسرے سے قریب لانے میں بڑی مفید ثابت ہوئی۔

زمین اور آفتاب کی باہمی حیثیت کے بارے میں نئی دریافت نے کائنات کے بارے میں انسان کے خیالات اور نظریات کو بالکل تبدیل کر کے رکھدیا۔ اسکے بعد انسان سورج چاند ستاروں اور سیاروں کو بالکل ایک نئی نظر سے دیکھنے لگا۔ اسطرح انسان نے زمین کے ساتھ ساتھ آسمان کے بارے میں نئے سرے سے تحقیق کا آغاز کردیا۔

تاہم ان ترقیوں کی وجہ سے انسان کی زندگی میں بنیادی نوعیت کی کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ اس وقت تک تقریباً ہر چیز ہاتھ سے بنائی جاتی تھی۔ سفر پیدل کیا جاتا تھا یا پھر بیل گاڑی، گھوڑے یا جہازوں پر۔

یہ کوئی سو سال پہلے کی بات ہے جب تمدن کی ترقی کا آخری مرحلہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ شروع ہوا اب یکے بعد دیگرے بیشمار ایجادات عالم وجود میں آئیں جنھوں نے نہ صرف انسان کی زندگی میں بڑی تبدیلیاں پیدا کردیں بلکہ فطرت پر بھی انسان کی قدرت اور اختیارات میں بے پناہ اضافہ کردیا اور مزید اضافے کی راہ ہموار کردی اور ہر ترقی نئی ترقیوں کے راستے کھولتی چلی گئی۔

جدید دور کا آغاز دخانی انجن یعنی بھاپ سے چلنے والے انجنوں کی ایجاد کیسا تھ

شروع ہوا۔ ان انجنوں کی وجہ سے صنعت میں انقلاب برپا ہو گیا۔ مختلف چیزیں مشینوں کی مدد سے بنائی جانے لگیں جنکی وجہ سے بہت سی چیزیں جو پہلے عام آدمیوں کی دسترس سے دور تھیں آہستہ آہستہ عام استعمال میں آنے لگیں۔

ان انجنوں کی وجہ سے بادبانی جہازوں کا دور ختم ہو گیا اور سمندروں میں نسبتاً زیادہ محفوظ سفر ہونے لگا۔ پھر بادبانی جہازوں میں سفر کا انحصار بڑی حد تک موافق ہواؤں پر ہوا کرتا تھا دخانی انجنوں کے لئے صرف ہواؤں کے رخ کی بہت زیادہ اہمیت نہ رہی اور ایک جگہ سے دوسری جگہ آنے جانے کی رفتار بھی خاصی تیز ہو گئی۔

سمندروں میں انسانی سفر کی رفتار تیز ہونے کے ساتھ ساتھ دخانی انجنوں کی مدد سے خشکی پر بھی سفر کی رفتار میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ ریلوں کی شکل میں یہ انجن انسان کو مسلسل تیز رفتاری کے ساتھ دور دراز کے فاصلوں تک لانے لے جانے لگے۔

اس دور کی ایک اہم ایجاد بجلی کی طاقت تھی۔ شروع شروع میں بجلی ایندھن استعمال کر کے بجلی پیدا کرنیوالی مشینوں کے ذریعہ پیدا کی جاتی تھی لیکن بعد میں پانی کی مدد سے ان مشینوں کو چلا کر بجلی پیدا کی جانے لگی اور پھر تاروں کی مدد سے ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا جانے لگا۔ اسطرح کم خرچ بجلی ملک کے گوشے گوشے میں فراہم کرنے کے امکانات پیدا ہو گئے اور ہر جگہ بجلی سے مشینیں چلائی جانے لگیں اور ان میں تیار کی جانے والی چیزوں کی قیمت میں اور بھی کمی ہو گئی۔ اور عام آدمیوں کو حاصل ہونے والی چیزوں میں مزید اضافہ ہو گیا۔

اس کے بعد تار برقی اور ریڈیو کی ایجاد عمل میں آئی اور انکی وجہ سے پیغام رسانی کی رفتار میں

زبردست اضافہ ہوگیا۔ لوگ ایک دوسرے کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کرنے لگے اور اخبارات کو بڑا فروغ حاصل ہوا اور اسطرح انسان ایک دوسرے کو جاننے اور ایک دوسرے کے زیادہ قریب آنے لگے۔

پھر ہوائی جہاز ایجاد ہوئے اور انہوں نے انسان کے سفر میں ایک اور انقلاب بپا کر دیا اور تمام دنیا انسان کے حلقۂ پرواز میں آگئی۔ ان طیاروں کی رفتار تیز ہوتی جاری ہے اور اب وہ دن دور نہیں رہا جب انسان ایک دن میں تمام دنیا کا چکر لگا لیا کرے گا۔

ہوائی جہازوں کے ساتھ ہی ساتھ راکٹوں کو ترقی دی جا رہی ہے جسکی وجہ سے دنیا کے اندر سفر کی صورت ویسی ہی ہو جائیگی جیسی کسی زمانے میں ایک بستی سے قریب کی دوسری بستی میں جانا۔ ان راکٹوں کی مدد سے انسان بیرونی دنیاؤں کا بھی سفر کر سکے گا۔ اسطرح جہاں دنیا کی حیثیت سکڑ کر ایک چھوٹے سے علاقے کی سی رہ جائے گی وہاں کائنات کے سکڑنے کا سلسلہ بھی شروع ہو جائیگا۔ چند سال پہلے تک دوسرے سیاروں کا سفر محض خیالی افسانہ تھا لیکن یہ خیالی فسانہ حقیقت کی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔

پھر ایٹمی طاقت نے قوت کا بے پناہ خزانہ انسان کے سپرد کر دیا ہے اور اسکی ترقی کا سلسلہ برابر جاری ہے اور اب تھوڑے ہی عرصے میں وہ اس سے حسب دلخواہ کام لینے لگا۔ پھر بہت سی ایسی باتیں ممکن ہو جائیں گی جن کا اس وقت خیال بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اگرچہ یہ تمام بڑی اور اہم ایجادیں ہیں اور انکی وجہ سے انسان کی زندگی اور نظریات پر گہرے اثرات پڑ رہے ہیں لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اگلے زمانے کے مقابلے میں ہمارے زمانے میں انسانی ذہن میں کوئی غیر معمولی ترقی ہو گئی ہے بلکہ موجودہ تیز رفتار ترقی اور ایجادات کی بنیاد قدیم ایجادات اور علم کی ترقی کی بنیاد پر قائم ہے۔

بارھواں باب

مغربی تمدن

اگر تہذیب کی اس ترقی میں زمانۂ وحشت سے لیکر ابتک کے تمام انسانوں کا ہاتھ ہے اور اسکی تشکیل میں ہر دور اور ہر زمانے کے لوگوں نے حصہ لیا ہے اور مختلف زمانے میں مختلف علاقوں کے لوگ اسکو آگے بڑھاتے اور کاروانِ تمدن کی رہنمائی کرتے رہے لیکن دورِ جدید میں تمدن کی قیادت کا قرعہ مغربی اقوام کے نام پر نکلا ۔

مغربی تمدن کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ بڑی مہم بازانہ ہے اور ہر میدان میں تجربے کرنے کے لئے تیار رہتی ہے ۔ اسکی اس خوبی ہی کی وجہ سے مغربی ملکوں کو اتنی تیز رفتاری کے ساتھ ایجادات اور ترقی کرنے میں بڑی سہولت ہوگئی ۔ اپنی مہم بازیوں کی وجہ سے اس نے ہر میدان میں جدوجہد کی اور نئی نئی راہیں نکالیں اور معمولی معمولی تجربوں سے انسانوں کے لئے مفید چیزیں فراہم کیں ۔

سائنسی اور علمی میدان میں جدید چیزیں نکالنے اور نئی نئی ایجادیں کرنے کے علاوہ مغربی قوموں نے سیاست کے میدان میں بھی نئے نئے تجربے کئے ۔ سیاست میں ان نئے تجربوں سے پہلے ہر جگہ بادشاہت کا رواج تھا ۔ بادشاہ ہی پورے ملک کا سربراہ ہوتا تھا اور اسے من مانی کرنے کے اختیارات حاصل ہوتے تھے ۔ اسکی مرضی اور رائے کے خلاف جانے کی کسی کو مجال نہ ہوتی تھی ۔

اسکی وجہ سے ملک اور اسکے عوام کی حالت کا انحصار بادشاہ پر ہی ہوتا تھا۔ اگر بادشاہ نیک اور خدا ترس ہوتا تھا تو ملک اور عوام کی حالت اچھی رہتی تھی لیکن اگر بادشاہ ظالم اور جابر ہوتا اور رعایا کا کچھ خیال نہ رکھتا تو پھر خلق اللہ پریشان اور تباہ و برباد رہتی۔ غرض پورے ملک کی خوشحالی کا انحصار صرف ایک شخص کے رحم و کرم پر ہوتا تھا۔ اسکی وجہ سے اکثر اوقات رعایا کو بڑی تکلیفوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس صورت کا تدارک کرنے کے لئے مغربی ملکوں میں ملوکیت کو ختم کرکے عوام کی بالادستی قائم کی گئی۔ انھوں نے حکومت کے نظام کی بنیاد عوام کی مرضی پر رکھی۔ انھوں نے ملک کے حکمراں عوام کی مرضی سے منتخب کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور تمام اختیارات عوام کو سونپ دیئے۔ چنانچہ عوام کو یہ حق حاصل ہے کہ اگر کوئی حکمراں انکی مرضی پر پورا نہ اترے تو وہ اسے اس کے عہدے سے الگ کردیں۔

اسطرح حکومت کی جانب سے عوام کی فلاح و بہبود کے کام کرنے اور انکے مفادات کو سربلند رکھنے کی ایک مضبوط بنیاد قائم ہوگئی۔ تمام قوانین عوام کے منتخب کردہ نمائندے بنانے لگے جنکی اعلیٰ اجیثیت کا انحصار عوام کے مفاد کی حفاظت کرنے اور انہیں مطمئن رکھنے پر ہوتا ہے۔

مغربی تہذیب کی ایک اور پیداوار وطنیت کا تصور ہے انھوں نے ملکوں کی بنیاد پر قوموں کا تصور پیش کیا۔ اس سے پہلے قومیں مذہب کی بنیاد پر قائم ہوتی تھیں۔

اس یکسوئی کی وجہ سے مغربی تمدّن کے لوگوں نے اپنی "وطنی قوم" کے لئے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے۔

مغربی تمدّن کی ایک اور نمایاں خصوصیت زندگی کے بارے میں اس کا مادہ پرستانہ نظریہ ہے۔ انہوں نے مذاہب اور انکی تعلیمات کو بڑی حد تک اپنی مادّی زندگی کا تابع بنادیا۔ اگرچہ مغربی تمدّن کے باشندے اب بھی مذہب کو مانتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں لیکن انکے نزدیک مذہب ایک انفرادی معاملہ ہے اور اس کا کسی شخص کی روزانہ زندگی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔

تیرھواں باب

تمدّن کا مستقبل

مغربی تمدّن کے ان نظریات کی وجہ سے تمدّن انسانی کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ اہلِ مغرب نے انسان کی زندگی میں اتنی سہولتیں اور اتنی آسانیاں پیدا کر دیں کہ پہلے کبھی ان کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جہاں تک مقامی اور علاقائی تہذیب کا تعلق ہے وہ قریب قریب ہر جگہ کی مختلف ہے اور آئندہ بھی مختلف ہی رہے گی کیونکہ تہذیب مقامی جغرافیائی حالات، زمانۂ ماضی معاشرتی رسم و رواج، اور انسانوں کے اپنے طرزِ عمل پر مبنی ہوتی ہے۔ چنانچہ سرد علاقوں میں تہذیب کی نوعیت ہمیشہ گرم علاقوں میں رہنے والے لوگوں کی تہذیب سے مختلف ہوتی ہے۔ لیکن اس کے باوجود رہن سہن کے اتنے بہت سے طریقے ان میں مشترک ہیں اور آئندہ بھی مشترک ہوتے چلے جائیں گے کہ مختلف قوموں کی تہذیب میں بس اتنا ہی فرق رہ جائے گا جتنا دو مختلف اشخاص کے رہن سہن کے طریقوں میں ہوتا ہے۔

موجودہ زمانے میں ذرائع رسل ورسائل کی ترقی نے دنیا کو چھوٹا ور انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب کردیا ہے۔ رہ گیا تہذیب کی ترقی کا معاملہ تو انسانی تہذیب نے ایک عالمگیر تہذیب بننے کا سلسلہ شروع کردیا۔ ر۔ مختلف ملکوں کے درمیان فاصلوں کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی ہے قی ماندہ اہمیت کے بھی آہستہ آہستہ ختم ہوجانے کا امکان ہے۔ سلئے ایک زمانہ گزرنے کے بعد تمام دنیا کے باشندے ایک طرح سے ایک ہی بستی کے باشندے بن جائیں گے۔

پھر تجارت کی وجہ سے تمام دنیا ایک بڑی منڈی کی حیثیت اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔ بہتر آمدورفت اور حمل ونقل کے تیز رفتار ذرائع کی موجودگی کی وجہ سے دنیا کے مختلف علاقوں کی مخصوص چیزیں بآسانی تمام دنیا میں پہنچنے لگی ہیں اور وہ دن دور نہیں جب کوئی چیز دنیا کے کسی ایک حصہ کے لئے مخصوص ہوکر رہ جائے گی۔ موجودہ رفتارِ ترقی کو پیشِ نظر رکھنے سے واضح ہوتا ہے کہ سائنسی ترقی کی تمام نعمتوں سے دنیا کے تمام باشندے یکساں مستفیض ہونے لگیں گے۔

اس وقت بھی صورت یہ ہے کہ اگر کسی ایک علاقے میں کوئی آفت آجائے اور وہاں کے باشندے مصیبت میں گرفتار ہوجائیں تو دنیا بھر کے مختلف ملکوں سے امداد کے طور پر مختلف اشیا پہنچنا شروع ہوجاتی ہیں۔ ابھی

یہ امدادی کارروائی محض احسان کے طور پر کی جاتی ہے لیکن آہستہ آہستہ یہ کارروائی فرض سمجھ کر کی جانے لگے گی۔

پھر دنیا نے ادارۂ اقوام متحدہ کی شکل میں قوموں کے درمیان ایک رابطہ واتحاد قائم کر دیا ہے۔ آگے چل کر یہ ادارہ اور بھی مستحکم ہوتا چلا جائے گا اور زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اسے ایک عالمی حکومت کی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔ ابھی یہ ادارہ رضاکارانہ بنیادوں پر کام کر رہا ہے لیکن عالمی حکومت کے قیام کے بعد اس میں دنیا کے تمام علاقوں اور ملکوں کا تعاون اسی طرح لازمی قرار پا جائے گا۔ جس طرح اس وقت ایک ملک کی حکومت میں ملک کے تمام علاقے حصہ لیتے ہیں۔

انسانی تہذیب کی ترقی میں یہ ایک اور اہم سنگ میل ہوگا۔ لیکن یہ کوئی منزل نہیں ہوگی بلکہ اس وقت صحیح معنوں میں ایک جانب تو انسان میں اتحاد پیدا ہونی شروع ہوگی اور دوسری جانب وہ تہذیب کو موجودہ سطح سے بھی اونچی سطح پر جانے کا آغاز کر دے گا۔

جنرل پبلشنگ ہاؤس برنس روڈ۔ کراچی

(ایجوکیشنل پریس کراچی)

STORY OF CIVILISATION

BY

HASAN MANZOOR, M.A.

Published by

GENERAL PUBLISHING HOUSE

2, Sugan Mansion, Burns Road, Karachi (Pakistan).